ذکر شہادتین

ذکر شہادۃ الحسنین بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد ہے اوس خالق جہان کے لئے	کہ جسکا نام ہے آب بقا زبان کے لئے
وہ دوست اوسکا محمد رسول برحق ہے	کہ جسکا ہمکو وسیلہ ہے دو جہان کے لئے
خدا نے پیدا کیہی اوس حبیب کو کرتا	مگر یہ باعث ایجاد تہا جہان کے لئے
یہی ہے روز ازل سے ہماری پیشانی	خدا کے سجدہ کو احمد کے آستان کے لئے
کمال شوق سے نکلا جو نام احمد کا	دہن نے دوڑ کے بوسے مری زبان کے لئے
جو خاص بندے تہے اوسکے اونہوں نے دنیا مین	شہید ہوکے مزے عمر جاودان کے لئے

اَلحَمدُ لِلّٰہِ العَزِیزِ العَلِیمِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیمِ مُحَمَّدٍ شَفِیعِ المُذنِبِینَ وَ رَحمَۃً لِّلعٰلَمِینَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ سِیَّمَا عَلَی الحَسَنَینِ شَہِیدَیِ الکَربَلَاءِ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ اَجمَعِینَ ۝

بیان سے واقعہ قیامت نما ماجرائے شہادت شہید کربلا سلطان کونین سیدنا
امام حسین علیہ السلام شروع ہوتا ہے کہ جسکو سنکر رونگٹا رونگٹا انسان کے بدن کا روتا
ہے کاتب کو سکتا ہے۔ قلم مصیبت رقم کاغذ کا منہ تکتا ہے۔ آہ افسوس کیا کرون
کیسے لکھون آنکھون سے آنسو چلے آتے ہین غم والم امام عالیمقام سے کاغذ وقلم
جلے جاتے ہین مگر مجبوراً سینے پہ پتھر کی سل دھر کے کلیجہ تھام کے قلم ماتم رقم
اٹھاتا ہون محبان حسین کو مرغ بسمل کیطرح لٹاتا ہون **قولہ** تبارک وتعالیٰ واذکر فی
الکتٰب موسیٰ انہ کان مخلصا وکان رسولا نبیا ۵ ونادینٰہ من جانب الطور
الایمن وقربنٰہ نجیا ۵ ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ۵

راویان صحیح بیان اسطرح تحریر فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام
کوہ طور پر تشریف لے گئے آواز آئی اے موسیٰ ایک ہمارا بندہ ہمسے روٹھکر کوہ
طور پر جا بیٹھا ہے کل تو اوسکے پاس جائیو اور منا کر ہمارے بندیکو لائیو موسیٰ علیہ السلام نے
عرض کیا خداوندا تیرا مین بندہ تو خالق میرا وہ کون ایسا بندہ ہے جو تجھسے روٹھکر کوہ سینا پر
جا بیٹھا ہے آواز آئی اے موسیٰ جب تو وہان جائیگا تب اس حکمت ربانی کے
بہید کو پائے گا ۵

کل میری طرف سے ذرا پاس اوسکے تو جانا شفقت سے محبت سے دلاسے سے منانا	جو وہ کہے سن لیجو غصے مین نہ آنا جس بات سے راضی ہو وہی بات بتانا
رہتا ہے سدا کوہ پہ وہ گھر نہین رکھتا تکیہ ہے مرے فضل کا بستر نہین رکھتا	

اوس شخص کو تلاش کیا آپ نے دیکھا کہ ایک برگد کے درخت کے نیچے ایک
شخص برہنہ بیٹھا ہے اور نعرہ اللہ اکبر مار رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام آہستہ
آہستہ اوسکے پاس پہونچے اور باادب کھڑے ہو گئے جب وہ ہوش مین آیا تو
موسیٰ علیہ السلام نے کہا السلام علیکم اے نیک بندے اللہ کے درویش
نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا تم کون ہو کیا نام ہے کیون اس مقام پر آئے
ہو حضرت موسیٰ ع نے کہا نام میرا موسیٰ بن عمران ہے اللہ پاک کا بھیجا ہوا آپ کے
پاس آیا ہون تمہارے سنانے کیواسطے جلد بتاؤ کس بات پر اوس پاک بے نیاز سے
روٹھے ہو جس وقت اللہ کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے سنا
عجیب حالت اوس درویش کی ہوئی ہے

موسیٰ کی زبان سے جو سنا نام خدا کا	تا دیر وہ بسمل کیطرح خاک پہ تڑپا
آخر دل بیتاب کو ٹھہرا کے یون بولا	اے موسیٰ عمران مری حیرت نہین بیجا

رحمٰن ہے نام اوسکا رحیم اوسکا لقب ہے
دوزخ کو جو پیدا کیا اسکا سبب ہے

اے موسیٰ جبکہ وہ خداوند کریم رحمٰن اور رحیم ہے پھر یہ کیا غضب کیا جو اوس نے
دوزخ کو پیدا کیا اے موسیٰ ع اب جو تم کوہ طور پر جاؤ میری طرف سے اوس
رحمٰن سلطان دوجہان سے یون عرض کرنا کہ وہ نالایق بندہ گنہگار
تیرا یون التماس کرتا ہے

اب عرض میری سمت سے کیجیو موسیٰ	رحمٰن جو تیرا نام ہے رحمت سے ہویدا	

دوزخ کو جو پیدا کیا وہ نام مٹا دے
رحمن جو کہلاتا ہے دوزخ کو بجھا دے

جب وقت یہ کلام حضرت موسی علیہ السلام نے اوس درویش کا سنا غصہ کے مارے کانپ گئے اور فرمایا ارے بیوقوف یہ کیا گستاخی کے کلام اللہ پاک کی جناب مین کرتا ہے

یہ سنتے ہی تھرا نے لگے حضرت موسیٰ
فرمایا کہ ہان ہان یہ بیان کرتا ہے تو کیا
یہ بے ادبی شان خدا مین نہین زیبا
از راہ ادب ہے ہر صنع الٰہی سے مبرا

اللہ کا جو فعل ہے بیجا نہین ہوتا
یہ بے ادب ایسا کوئی بندہ نہین ہوتا

اے درویش کیا تو نے میرا قصہ نہین سنا ایکمرتبہ مین نے اللہ پاک کی جناب مین التجا کی تھی رَبِّ اَرِنِیْ اے رب میرے اپنا جلوہ دکھا آواز آئی اے موسیٰ لَنْ تَرَانِیْ یعنی تو ہمارا جلوہ نہین دیکھہ سکتا جب بہت عاجزی و انکساری کیا تھ مین نے عرض کیا تب ایک ذرا جھلک اپنے نور کی مجھکو دکھلائی تھی مین دیدار پروردگار دیکھتے ہی بہار پر بیہوش ہو گر پڑا اور تمام کوہ طور جلکر خاک سیاہ ہو گیا ای بندہ اللہ کے

ایسا نہو نازل ہو کہین قہر خدا کا
دیدار خدا کی جو ہوئی مجھکو تمنا
مین خاک ہون تو خاک ہو جلجائی یہ صحرا
تو نے بھی سنا ہو گا کہ انجام ہوا کیا

دیکھی جو تجلی تو کئی دن رہے بیہوش
مرنے سے نیچے یہ ملک و جن رہے بیہوش

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اوس درویش کو دھمکایا اور خوف الٰہی

یہ سنتے ہی رونے لگا وہ عاشق اللہ
موسیٰؑ کو صدا آئی یہ افلاک سے ناگاہ

افلاک و زمین ہلگئی اس خوف کی آہ
موسیٰ مرے عاشق کو دیا صدمہ جانکاہ

تہدید کو پہلے ہی تمہین منع کیا تھا
اسطرح کے سمجھانے کو کب حکم دیا تھا

غیب سے آواز آئی ای موسیٰ تو نے بڑا غضب کیا کہ ہمارے عاشق کا دل دکھا دیا اوسنے سواے ہماری رحمت کے دنیا مین اور کچہ نہین دیکھا ہے تجھکو یہ لازم تھا کہ اسطرح اوسکو سمجھا تاکہ اوسکا دل نہ دکھتا اور معلوم کرلیتا کہ اسواسطے اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے اور اسواسطے جنت کو پیدا کیا ہے ۔ اس غیبی آواز کو سنکر موسیٰ علیہ السلام ڈرے اور معلوم کیا کہ یہی اللہ کا کوئی پیارا بندہ ہے بعد اسکے جب وہ روتے روتے بیہوش ہوکر زمین پر گرا تب موسیٰ علیہ السلام نے اوسکا سر اپنے زانو پر رکھا اور ید بیضا کی خوشبو اوسکو سنگھائی وہ ہوش مین آیا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت تسلی کیساتھ اُسکو اسطرح سمجھایا ہ

اوس پیر سے موسیٰ نے کہا سنکے اشارا
مابین دو انگشت مرے کر تو نظارا

واللہ تو کس درجہ ہے اللہ کو پیارا
اوس مرد حق آگاہ نے دیکھا جو نظارا

سامان کرامات خدا کا نظر آیا
مقتل اوسے شاہ شہدا کا نظر آیا

جسوقت اوس درویش نے دیکھا کہ کربلا کی زمین مین شمر نابکار جناب امام عالیمقام کے سینہ فیض گنجینہ پر چڑہکر خنجر جفا سے سر نازنین کو تن سے جدا کر رہا ہے رو کر پوچھا

موسیٰ نے کہا احمد مرسل کا خلف ہے یہ قد نجف ہے جگر شاہ نجف ہے	وہ احمد مرسل کہ جو ہم سب کا شرف ہے جد اسکا بدرگاہ رسولان سلف ہے

جسکا ہے لقب عرش پہ تحریر یہی ہے
توریت مین جو نام ہے شبیر یہی ہے

اور فرمایا اے درویش یہ جنت مین تمام جنتون کے سردار ہونگے اور یہ ظالم جو
خنجر جفا چلا رہے ہین دوزخ مین خوار ہونگے تب تو درویش توبہ و استغفار کرنے
لگا اور کہا کہ خداوندا تیرا کام حکمت سے خالی نہین ہے **قولہ تبارک و تعالی**
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝

روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو الہام ہوا کہ اے ابراہیم ہماری راہ مین
وہ شے قربان کر جسکو تم بہت عزیز رکھتے ہو رات کو الہام ہوا صبح کو سو اونٹ
اللہ کی راہ مین قربان کر دئے دوسرے روز پھر الہام ہوا کہ یہ ہدیہ حقیر ہماری
راہ مین قربان کرتے ہو دوسرے روز آپنے دو سو اونٹ قربان کئے تیسرے
روز الہام ہوا کہ ہماری راہ مین وہ چیز قربان کرو جو تمکو جان سے زیادہ عزیز ہو
اوسوقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے خیال کیا کہ مجھکو جان سے عزیز تو اسمعیل
ہے اوس سے پیارا دنیا مین کوئی نظر نہین آتا شاید یہ اشارہ اللہ پاک کا اوسکی
طرف ہے۔ پس اوسی وقت اسمعیل کو بلایا اور فرمایا کیون کیا کہتے ہو اللہ کا حکم آیا
آیا ہے کہ اپنے فرزند کو ہماری راہ مین قربان کرو۔ یہ سنتے ہی اسمعیل علیہ السلام
عرض کرنے لگے الحمد للہ بابا جان دیر نہ کیجیے جلد مجھہ ناچیز کو راہ حق مین قربان

... اس لائق کہان جو معبود جیسے
بندے گندے کو قبول فرمائے یہ اوسکی بندہ نوازی ہے اور اپنی بھی اسی مین راضی
ہے اب دیر نہ کیجئے جلد راہ حق مین قربان کیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
بیٹے کو صابر پایا تب بی بی ہاجرہ سے فرمایا اے زوجہ آج میرے دوست نے میری ضیافت
لی ہے اسمٰعیل کو نہلا کر بہت عمدہ پوشاک پہناؤ اور سرمہ بھی آنکھونمین لگاؤ اور ایک
چھری اور رسی مجھکو دو جسوقت حضرت ابراہیم کا فرمان بی بی ہاجرہ نے پایا اوسیوقت
غسل دیکر جوڑا پاکیزہ پہنایا اور سرمہ آنکھون مین لگایا چھری اور رسی دونون حاضر
کین حضرت ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل کا ہاتھ پکڑکر اوس مقام پر آئے
جہان قربانی کا حکم ہوا تھا چاہتے تھے کہ بیٹے کو قربان کرین کہ اسمٰعیل نے ہاتھ
باندھکر عرض کیا کہ باباجان بندہ کی جان اللہ کے نام پر قربان اسوقت غلام کچھ
التماس کیا چاہتا ہے فرمایا بیان کرو عرض کیا باباجان تین وصیتین حضور کو کرتا
ہون اگر خیال شریف مین آوین تو قبول کیجئے اول تو اس رسی سے میرے
پاؤن مضبوط باندھ دیجئے مبادا ایسا ہو کہ آخری وقت مین غلام سے کچھ گستاخی
ہو جاوے دوسرے یہ کہ حضور ایک پٹی اپنی آنکھون سے باندھ لیجئے
اور ایک میری آنکھون سے باندھ دیجئے ایسا نہ ہو کہ آپ کو محبت فرزندی
آجاوے اور یہ غلام اس نعمت سے محروم رہجاوے تیسرے یہ کہ
جسوقت حضور مجھکو راہ حق مین قربان کرچکین تو یہ میرے خون آلودہ کپڑے
میری والدہ کو عطا فرماوین کہ وہ انکو دیکھکر اپنی تسلی کرینگی پس اب
آپ حکم ربی عمل مین لائیے دیر نہ لگائیے اوسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام

رونے لگے بعد سنگ جبرئیل پروردیر رکھکر آنکھون سے پٹی باندھکر چھری

ہاتھہ مین لی اور اسمعیل کو دونون گھٹنون سے دباکر بسم اللہ اللہ اکبر کہکر

بیٹے کی گردن پر چھری چلائی مگر چھری نہ چلی اوسوقت حضرت اسمعٰیل نے عرض کیا

کہ باباجان خدا کے حکم مین دیر ہوتی ہے چھری کو پتھر پر تیز کر لیجے ابراہیم

علیہ السلام نے چھری کو تیز کیا اور دوبارہ بیٹے کے گلے پر چلائی مگر چھری نہ

چلی تب تو علیہ السلام رو کر عرض کرنے لگے کہ باباجان چھری کو اچھی طرح سے

تیز کر لائے حکم خدا مین دیر ہوتی ہے ایسا نہو کہ دوسرا حکم آجاوے اور مین

اس نعمت سے محروم رہجاؤن ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر پر اچھی طرح

چھری تیز کرنے لگے ۔ ادہر دریاے رحمت الہی جوش مین آیا جبرئیل فرشتہ کو

بلایا اور حکم فرمایا کہ اسیوقت جنت سے ایک دنبہ لیکر جا فلان پہاڑ پر ہمارا

پیارا ابراہیم ہماری راہ مین اپنے لاڈلے اسمعٰیل کو ذبح کر رہا ہے تو اوسکے زانو

کے نیچے سے اسمعیل کو نکال لے اور دنبہ کو دبا دے جون ہی دوبارہ حضرت

ابراہیم چھری تیز کر کے آئے اور آنکھون سے پٹی باندھی چاہا کہ اسمعیل کو زانو

کے نیچے دباؤن وہین حضرت جبرئیل نے دُنبہ کو دبا دیا اور اسمعیل کو علیحدہ کر دیا

جسوقت ابراہیم نے بسم اللہ اللہ اکبر کہکر چھری چلائی روان ہوگئی جب پٹی کھولکر

دیکھا تو اسمعیل علیحدہ کھڑے تھے اور دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اوسوقت حضرت

ابراہیم علیہ السلام زار زار رونے لگے اور خداوند حقیقی کی جناب مین عرض کرنے

لگے کہ کیون رب میرے کیا میرا بیٹا اس لایق نہ تھا جو تو نے اوسکو قبول نفرمایا

اور اسمعیل علیہ السلام ... تھا ... کی ... تھی

یہ جان اگر جاتی تو جاتی ترے در پر
جلتی تھی ترے عشق کی شمع مرے دل مین

عشاق مین ہو جاتا یہ افسانا ہمارا
دل اوس پہ اوڑا پھرتا تھا پروانہ ہمارا

ہمنے تو دل و جان سے چاہا مرے مولا
حسرت ہے کہ در سے ترے پھر جانا ہمارا

آواز آئی کہ اے اسمعیل یہ مرتبہ تجھکو نہین مل سکتا یہ مرتبہ شہادت کا تو روز ازل سے ہمنے اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسینؑ کو عطا فرمایا ہے تمکو صرف آزمایش کے واسطے حکم کیا تھا ای عاشقان حسین غور کرنے کا مقام ہے جو مرتبہ امام عالیمقام کو اللہ پاک نے عطا فرمایا ہے اوسکا بیان کرنا انسان کی کیا تاب ہے چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

رباعی

حق یہ ہے کہ ہر حال مین حامی ہین حسینؑ
یہ یاد رہے یہی ہین کل کے یاور

سید ہین سخی ہین سبط سامی ہین حسینؑ
نام ایسا ہے کہ جس نام کے نامی ہین حسینؑ

آج قلم بریدہ زبان عرصہ قرطاس مین سرگردان اور شاخ بید کی طرح برخویش لرزان ہے جو اوس سے صفحہ کاغذ پر ٹپکتا ہے اشک یتیم سے جانگداز تر اور جو سطر وہ لکھتا ہے ہر حرف اوسکا ہوائے ماتم سے مرثیہ کا دفتر ہے خون اوسکا بیک لخت خشک ہو گیا کہ واقعہ جگرسوز قیامت نما یعنی ماجرائے شہادت شہنشاہ کربلا کیونکر زبان پر لائے اور زانوئے ندامت سے سر نہین اوٹھا سکتا کہ جو اشقیا و ظالمان بیحیا اوس شہنشاہ کے جد امجد کا

امام الاولیا حضرت علی مرتضی شیر خدا کی ولایت کے قایل تھے اون کے
ہاتھون سے امام تشنہ کام اور شاہزادہ عالیمقام کے گلوئے نازنین پر خنجر
چل جلے کیسا امام نور دیدۂ خیر الورا پروردۂ آغوش سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا
شاہ مرتضی کا فرزند۔ جگر پارۂ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا دلبند۔ گوشوارہ
عرش ربانی۔ غزال رعنائے حرم سبحانی۔ سرو بستان محمد عربی۔ راکب دوش نبی
آئینہ جوہر جمال مصطفوی۔ گنجینہ گوہر کمال مرتضوی۔ سید شباب
اہل جنت۔ مفتاح خزانہ فضل و رحمت۔ فریادرس مظلومان۔ دادرس
بیکسی محتاجان۔ جبریل اوسکا گہوارہ جنبان۔ رضوان اوسکا در دولت کا
پاسبان۔ خلف ساقی کوثر۔ مالک بحر و بر۔ تشنہ بے یار و یاور۔ تشنہ
لب آب فرات روبرو۔ تشنہ کام آب خنجر در گلو۔ زیب دوش پیغمبر۔ زینت
آغوش فاطمہ اطہر۔ ذبیح خنجر جفا۔ مہمان وادی کربلا۔ سراپا محو دیدار احدیت
موبمو مرہون منت شہادت۔ خون اپنا فی سبیل اللہ بہانے والا اپنے
خون کے عوض ہماری آزادی کا سرخط لکھانے والا۔ سرتابقدم محو
رویت کردگار۔ ہر سر مو ذوق وصال مین سرشار۔ جان و تن سے بے پروا شوق
لقا مین ڈوبا۔ پیاس مین آب خنجر سے سیراب۔ آبروبخش عاشقان سینہ
کباب۔ ابن الذبیحین کا نور عین۔ امام الثقلین مقتدا القبلتین
شمس المشرقین۔ تاج مرضی الہ۔ سبط رسول اللہ۔ سیدنا ابو عبد اللہ
الحسین

افسوس صد ہزار افسوس اوس جگر گوشۂ مصطفےٰ نور دیدہ مرتضیٰ - قوت بازوے حسن مجتبےٰ - نوشندہ شیر فاطمہ زہرا کو دغا سے بلا کر اسطرح میدان کربلا مین بہوکا پیاسا تنہا بیکس غریب آشنا بے جد و پدر - بے خویش و برادر بے یار و یاور - اسیر کر کے خون اوسکا کہ جوہر شیر فاطمہ اطہر اور خلاصہ خون پیغمبر تہا خاک پر بہائین باوجودیکہ آہوے حرم کا شکار اور احرام مین جون اور پشہ کا مارنا منع ہے ایسے غزال رعناے حرم نبوی کو نشانۂ تیر جفا بنائین -

	پروردۂ آغوش نبیؐ کو مارا		شمع حرم لم یزلی کو مارا	
	نور دل مرتضیٰ علی کو مارا		گل کردیا ہاے بنت احمدؐ کا چراغ	

اے محبان اہلبیت اطہار اگرچہ فضایل و محامد شاہزادہ کونین یعنی جناب امام حسین کے حساب سے باہر ہین - انسان کی کیا مجال کہ عشر عشیر بہی اُنکا زبان پر لاسکے لیکن مختصراً اون کا بیان بہی اس مقام پر ضرور ہے تاکہ دیباچہ تمہید شہادت ہوکر سامعین کے لئے اور بہی زیادہ مقام رقت اور محل حسرت ہو -

احمد اور ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد نبوی مین منبر پر خطبہ پڑہ رہے تھے کہ دونون صاحبزادے یعنی حضرت امام حسن اور جناب امام حسین سرخ لباس زیب تن فرمائے ہوئے کہیلتے کہیلتے مسجد مین تشریف لائے حالانکہ صغر سنی کے باعث پاؤن مین طاقت رفتار اور زبان مین یاراے گفتار نہ تہا ناگہان پاؤن لڑکہڑانے لگے قریب تہا کہ گر پڑین

دوڑے اور دونون صاحب زادون کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ ای لوگو
مین اپنے بچون کو زمین گرتے اور چوٹ کہاتے نہین دیکہہ سکتا اسلیے
صبر نکر سکا اور منبر سے اوتر کر اپنے جگر کے ٹکڑون کو گلے سے لگا یا۔
حضرات سوچنے کا مقام ہے کہ جب شاہزادون کے پیرون کی ذرہ لغزش
دیکہکے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کلیجہ اس ڈر سے منہ کو آنے لگا تہا
کہ خدانخواستہ زمین پر نہ گر پڑین اور میرے بچون کو چوٹ نہ لگے آپ نے
خطبہ چہوڑ دیا اور منبر سے اوتر آئے تو جب کہ امام بیکس کو زخمون سے چور چور
کرکے گہوڑے سے بستر خاک پہ گرا دیا ہوگا اور سینہ انور پر چڑہکے پیاسے گلے پر
چہری پہیری ہوگی تو ناناصاحب کو مزار مقدس مین کب چین آیا ہوگا۔
بیشک تڑپکے گنج مرقد سے نکل آئے ہونگے اور بہشت کی سب نعمتین
آنکہون مین خار معلوم ہوتی ہونگی۔ ہائے وہ خون جو فاطمہ زہرا کے دودہ کا
خلاصہ اور رسول اللہ کے خون کا لب لباب تہا وہ اسطرح زمین بہایا گیا اور ایسے
سرِ ناز نین کا سر قلم کرکے نیزے پر چڑہایا گیا۔
از روے طب ثابت ہے کہ جب چالیس قطرے گہی کے جسم انسان مین جمع
ہوتے ہین تو اون سے ایک قطرہ خون کا بنتا ہے اور جب چالیس قطرے
خون کے پیدا ہوتے ہین تو ایک قطرہ دودہ کا نصیب ہوتا ہے دلو یلا فاطمہ
زہرا کے دودہ سے پلے ہوئے کا خون ظالمون نے یون بہایا جیسے محرم
مین سبیلون کا پانی لنڈہاتے ہین اور جسم نازنین کو گہوڑون کی ٹاپون سے

کی روح پر فتوح نے زمین پر پچھاڑین نہ کھائی ہونگی ۵

ہان جوش غم سید عالی ہو جائے
یون لخت جگر چشم سے ٹپکین پیہم
چہرون پہ ان اشکون سے بحالی ہو جائے
ہر شاخ مژہ میوونکی ڈالی ہو جائے

ترمذی اور طبرانی نے اسامہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ ایک شب ہم کئی آدمی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور ایک چادر اوڑھے ہوئے اور اوس مین سوائے آپ کے اور کوئی چیز بہی معلوم ہوتی تھی ہمین تعجب ہوا کہ اور کیا ہے مگر پاس ادب سے دریافت نہ کر سکے تہوڑی دیر کے بعد آپنے کپڑا اپنے اوپر سے ہٹایا تو حال کہلا کہ دونون شہزادے یعنی حسن وحسین حضور کے سینہ اور کمر سے لپٹے تھے پس وہی جسد پاک جسے رسول مقبول اپنے گلے کا ہار بنائے رہتے تھے معرکہ کربلا مین یون گھوڑے کے پیرون سے روندا گیا اور جوہر نور نبی کو خون و خاک مین آغشتہ کر کے دہوپ مین ڈال رکھا ۵

ٹکڑے ہوا تیغون سے محمد کا جگر بند
پرزے تہی قبا خون مین ڈوبا تہا کمر بند
کٹ کٹ کے جدا ہو نہ گیا بند سے ہر بند
ہر زخم کے کوچہ تو کہلے اس کے در بند

طاقت جو نہ تھی ضعف سے تھراتے تھے شبیر
جب پڑتی تھی تلوار تو جہکجاتے تھے شبیر

جب لگتی تھی برچھی تو یہ فرماتے تھے سرور
زخمی ترے چھاتی کے مین صدقے علی اکبر
تلوار سے کٹ جاتا تھا جب بازوے انور
جاآگے یہ کہتے تھے کہ بہات برادر

لاشِ علی اصغر کی طرف تکتے تھے شبیر

تھا عصر کا ہنگام کہ آفت ہوئی برپا
جن و ملک و انس میں رقت ہوئی برپا
گھوڑے سے گرے شاہ قیامت ہوئی برپا
دنیا میں لو سیدن سے مصیبت ہوئی برپا

دب دب کے جو پیکان تنِ شفاف سے نکلے
سر کھولے پریوں کے پرے قاف سے نکلے

تڑپے جو زمیں پہ کئی بار شہِ والا
اوٹھتے تھے کہ مارا کسی بے رحم نے بھالا
تھا شور کہ لو ہو گئی دنیا تہ و بالا
خم ہو گیا وہ فاطمہ کی گود کا پالا

طاقت یہ کہاں تھی کہ جو اوٹھتے وہ سنبھلکر
غش ہو گئے ریتی پہ لہو منہ سے اوگل کر

خنجر کو ادہر شمرِ ستمگار نے دیکھا
فرزند کا منہ حیدرِ کرار نے دیکھا
ڈیوڑھی سے ادہر زینبِ ناچار نے دیکھا
خیمے کی طرف سیدِ ابرار نے دیکھا

کچھ تھا نہ کہیں زینبِ خوشخو نکل آئے
خنجر جو چلا حلق سے آنسو نکل آئے

جب خشک گلے پہ ہوئی خنجر کی روانی
پیاسے ہی اسد ہارے نہ گئی تشنہ دہانی
دو بار اشارہ کیا حضرت نے کہ پانی
سر کاٹ کے سینے سے اوٹھا ظلم کا بانی

بھائی نے تڑپنا بھی نہ ماں جائی کا دیکھا
نکلی جو بہن نیزہ پہ سر بھائی کا دیکھا

ہاں لو سنو یہ حال تو اب ہوتا ہے آخر
پرسا دو کہ ہے فاطمہ اس بزم میں حاضر

ہے ہے شہ آوارہ وطن ہائے مسافر
مذبوح و قفا تشنہ دہان صابر و شاکر

زلفین تری سب خاک مین ہین اٹی انگین آقا
ہے ہے تری خنجر سے رگین کٹ گئین آقا

مولا تری عمامہ گلگون کے تصدق
ان زخمون کے قربان دل محزون کے تصدق

آقا ترے پیراہن پر خون کے تصدق
ریتی پہ تڑپتے تہ میزون کے تصدق

خنجر کے تلے سجدۂ رب کرتے تھے صدقے
سید ترے پانی کے طلب کرتے تھے صدقے

زخمی ہوئے تلوارون سے ہی ترے پہلو
ہی ہی ترے سینہ پہ رکھا شمر نے زانو

ہی ہی ستم ایجاد نے کاٹے ترے گیسو
ہی ہی تری پوشاک بھی سب لے گئے بدخو

کاندھے پہ عبا ہے نہ قبا ہے نہ پائی
ہے ہے ترے لاشے پہ ردا ہے نہ پائی

وہ دھوپ وہ اوس آتش پہ ہائے حسینا
نیزے کی انی اور ترا سر ہائے حسینا

لی آ کے کسی نے نہ خبر ہائے حسینا
کیون پھٹ نہین جاتا یہ جگر ہائے حسینا

کچھ فرق نہ اوس نار مین اور نور مین رکھا
ظالم نے سر پاک کو تنور مین رکھا

عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایکدن جناب معصومہ فاطمہ زہرا
مضطر و گریان با حال پریشان پدر بزرگوار کی خدمت مین حاضر ہوئین اور زار و
قطار رونے لگین آپ نے مضطرب ہو کر فرمایا اے جان پدر فاطمہ کیون
اسقدر روتی ہے کہ میرا دل بیٹھا جاتا ہے جناب سیدہ نے عرض کی کہ

آئے ہر چند تلاش کیا کہین پتہ نہ لگا معلوم نہین کہان گئے بہت دیر سے
اونہین نہین دیکہا اونکے فراق مین بیقرار و سینہ فگار ہون جناب رسالتمآب نے
فرمایا کہ اے پیاری فاطمہ گہبرانے کی بات کیا ہے تم رو رو کے اپنا حال تباہ
نکرو حق سبحانہ تعالے الحسین کے حالپر خود رحیم و مہربان ہے وہ اونکی ضرور ہی
نگہبانی کریگا پہر ہاتہ اوٹہا کے دعا کی اے بارخدا میری فاطمہ کے اس حال
زار پر رحم فرما اگر اسکے دونون بچے خشکی مین ہون تو اونکی حفاظت کر اور جو دریا مین
ہون تو اونہین ڈوبنے سے بچا۔ ابہی دعا ختم بہی نہ ہونے پائی تہی کہ جبرئیل امین
نے حاضر ہو کر عرض کی کہ فاطمہ زہرا خبردار آنسو آپ کا زمین پر نہ گرنے پائے
صاحبزادے آپکے دودہ سے ہوئے ہیں اسی شہر کے فلان قبرستان
مین صحیح و سلامت موجود ہین۔ یہ سنتے ہی جناب رسولکریم اوٹہ کہڑے ہوئے
اور اوسی گورستان مین تشریف لیگئے اور پروانہ وار دوڑ کے دونون کو اپنی
گود مین اوٹہا لیا فرشتون نے اپنے پرون کا سایہ کر لیا اصحابہ کرام نے جو
ہمرکاب تہے عرض کی کہ حضور صاحبزادون کو ہمین دیدیجئے ہم گود مین لیچلین
تاکہ سرکار کو تکلیف ہو ارشاد ہوا کہ تم نہین جانتے کہ حسنین بہترین مردم ہین
نانا انکا محمد مصطفے باپ انکا علی مرتضی شیر خدا۔ مان فاطمہ زہرا ہے۔ پس
یہان سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ ذرا سی دیر کے لئے جو دونون صاحبزادے
گہر مین نہین آئے تہے تو جناب فاطمہ اور رسولخدا کا یہ حال ہوا افسوس میدان کربلا
کی بیکسی اور تنہائی پر کہ تم ... جگر فاطمہ ... ایک بوند پانی نہین پایا اور

اور پیر رہنون کی اذیت کا ہونا یا دوست آشنا اور عزیز و اقربا کا آنکہون کے سامنے مارا جانا کیسا صدمہ عظیم تہا۔

روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے ہان تشریف لائے ناگہان جناب امام حسین کے رونے کی آواز سنی بیقرار ہو کر فرمایا فاطمہ کیا تم نہین جانتی ہو کہ حسین کے رونے سے میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سینہ پہٹا جاتا ہے لہذا اسے چپ کر دو ورنہ میرا حال بہی غیر ہوگا۔

دوستو غور کرنے کا مقام ہے کہ بچے ذرا ذرا سی بات پر گہرون مین رویا دہویا اور ضد کیا کرتے ہین اسپر نانا صاحب کا یہ حال تہا کہ نواسے کے رونے پر یاہی بے آپ کیطرح بیتاب ہو گئے تو جب اوسی حسین کو بہوکا پیاسا جلتی ہوئی ریت پر ڈالکر بہیڑ بکری کیطرح ذبح کیا ہوگا تو نانا کی روح پر کیا گذری ہوگی۔

صاحب شواہد النبوت لکہتے ہین کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب امام حسینؑ کو داہین زانو پر اور اپنے فرزند ارجمند ابراہیم کو بائین طرف بٹہلائے ہوئے پیار کر رہے تہے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور التماس کی کہ یا رسول اللہ حق تعالی جل شانہ بعد سلام کے فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب یہ دونون رحمتین ایک جگہ فراہم نہین ہو سکتین ان دونون مین سے ایک کو پسند کر لیجئے یا تو ابراہیم کو اپنی تسلی کے لئے رکہئے یا حسین کو منتخب فرما لیجئے۔ یہ سنکر حضور آبدیدہ ہوئے اور سوچنے لگے کہ اگر حسین کو ہاتہ سے دیتا ہون تو اول میرا دل دکہیگا دوسرے فاطمہ کے دل پر ایسا داغ ہوگا جسکا حساب نہین۔ تیسرے علی کو کمال درجہ ملال ہوگا پس بہتر ہے کہ ان تینون رنجون سے اپنا دل مسوس کے بیٹہ رہون اور ابراہیم کو

حضور سرور عالم روئے اور فرمایا کہ جبرئیل مجھے حسین پیارا ہے ابراہیم سے

مین لئے ہاتھہ دہوئے چنانچہ اوسی زمانہ مین حضرت ابراہیم دنیا سے سدہارے

اور پہر جب امام حسین حضور کے پاس حاضر ہوتے تہے تو آپ فرمایا کرتے تہے

کہ ای میرے سرور سینہ حسین خدائے پاک تجہکو خوش و خورم رکہے مین نے ابراہیم کو

ہاتہہ سے دیکے تجہے پایا ہے اور بار بار امام کے روے مبارک پر بوسہ دیتے تہے۔

اب بیان سے قیاس کرلینا چاہیے کہ کیسا سانحہ ہوا ایسے لخت جگر یعنی حسین کو جسے

حضور نے اپنے خاص فرزند ابراہیم کو قربان کردیا اور فاطمہ زہرا کی اذیت اور علی مرتضیٰ

کی مصیبت گوارا فرمائی۔ رسول اللہ پر کیسا شاق گذرا ہوگا۔ ہائے افسوس اول

اپنی روح کی اذیت۔ دوسرے امام مظلوم کی تکالیف و مصایب کا مشاہدہ تیسرے

فاطمہ زہرا کی بیتابی۔ چوتہے علی مرتضیٰ کی اضطرابی۔ پانچوین حسن مجتبیٰ کے دلکا

قلق چہٹے اہلبیت کی بیکسی اور بے بسی اور بار بار آپ کا نام نامی اسم گرامی لیکر

فریاد کرنا اور وا محمدا و ا اجداہ کا ہر وقت غل و شور رہنا ساتوین عورات کا نامحرمون

کے ہاتون اسیر ہونا۔ آٹہوین اطفال خورد سال کا پانی کے لئے بلکنا یہہ

تمام مصایب خود ایک دوسرے حشر کا نمونہ ہین۔ اوسدن رسول اللہ پر

کتنی چہریان چلی ہونگی۔

میدان مین کہڑا تہا اسد اللہ کا جایا	اک تیر جبین پر بن اشعث نے لگایا
فریاد سے زہرا کی دو عالم کو ہلایا	پیکان سے پہلو عقب سر نکل آیا

ترٹپے نہ۔ زہے صبر امام دو جہان کا

سوفار نے بوسہ لیا سجدے کے نشان کا

حضرت نے جبین سے ابھی کھینچا تھا نہ وہ تیر
ابرو تک اوتر کے جو اوٹھی ظلم کی شمشیر
جو سر پہ لگی تیغ بن مالک بے پیر
سر تھام کے بس بیٹھ گئے خاک پہ شبیر
چلائے ملک دیکھکے خون سبط نبی کا
تھا حال یہی مسجد کوفہ مین علی کا

بیٹھے جو سوئے قبلہ دو زانو شہ بے پر
تھے ذکر خدا مین کہ لگا تیر دہن پر
جھکتے تھے کبھی غش مین اوٹھاتے تھے کبھی سر
یاقوت سے ڈوبے کے خون مین لب اطہر
جب آیا لہو تا بہ زنخدان مبارک
ٹوٹے ہوئے دو گوہر دندان مبارک

نیزے سے کابن وہب نے پہلو پہ کیا وار
ناوک بن کاہل کا کلیجے سے ہوا پار
کاندھے پہ چلی ساتھ زرارہ کی بھی تلوار
بازو مین در آیا تبر خولی خونخوار
تلوار سے دم قطع نہ تھا چند نفس کا
دم رک گیا نیزہ جو لگا ابن انس کا

تھرا کے جھکے سجدۂ حق مین شہ ابرار
خوش ہو کے پکارا پسر سعد جفاکار
شور دہل فتح ہوا فوج مین اک بار
اے خولی و شبث و بن ذی الجوشن جرار
آخر ہے بس اب کام امام ازلی کا
سر کاٹ لو سب ملکے حسین ابن علی کا

لکھتا ہے یہ راوی کہ بپا ہو گیا محشر
اک سیدہ نکلی در خیمہ سے کھلے سر
بارہ ستم ایجاد بڑھے کھینچ کے خنجر
برقع تھا نہ مقنع تھا نہ موزے تھے نہ چادر

[illegible]

تو فاطمہ آئی ہے بچانے کو پسر کے

ہلتا تھا فلک ہاتھون سے جب پیٹتی تھی سر
بجلی کیطرح کوندتے تھے کانون کے گوہر

فرماتی تھی غصہ جو اوڑھا دیتی تھی خنجر
فریادی ہون فریادی ہون زیبا نہین جادر

سر ننگے یون ہی جاؤن گی روضہ پہ نبی کے
پردا تو گیا ہاتھ حسین ابن علی کے

اوس بحر مین آ کر وہ ضعیفہ یہ پکاری
اے سبط نبی ابن علی عاشق باری

گھوڑا تو سے کہ ہر اوتری ہے سواری
بھیّا بہن آئی ہے زیارت کو تمہاری

مر جاؤنگی حضرت کو جو پاؤنگی نہین مین
بے آپ کے دیکھے ہوئے جاؤنگی نہین مین

اوسوقت شہ دین نے سنی زاری خواہر
جسوقت کہ تھا حلق مبارک پہ خنجر

فرمایا اشارے سے کہ ای شمر ستمگر
زینب نکل آئی ہے ٹھر جا ابھی دم بھر

آخر تو سفر ہوتا ہے اس دار محن سے
دو باتین تو کر لینے دے بھائی کو بہن سے

سینہ پہ پھیر لیا شمر نے خنجر کو ہٹا کے
دی شہ نے یہ زینب کو صدا اشک بہا کے

تڑپانی ہو بھائی کو بہن بلوہ مین آ کے
دیکھو گی کیسے ہم تو ہین پنجہ مین قضا کے

اوٹھ سکتے نہین جسم پہ تلوارین پڑی ہین
گھبراؤ نہ امان مرے پہلو مین کھڑی ہین

دوڑی یہ صدا سنکے یداللہ کی جائی
چلائی کہ دیدار تو مین دیکھلون بھائی

یان ہو گئی سید کے تن و سر مین جدائی	پر ہائے بہن بھائی تلک آ نے نہ پائی

قاتل کو نہ گردن نہ شمشیر کو دیکھا
پہونچین تو سنان پر سر شبیر کو دیکھا

یہانتک قلم غمزدہ نے رو رو کے مجملاً شہادت کا ذکر کیا ہے - لہذا ضرور ہوا کہ اسکا بھی اظہار کر دیا جاے کہ اس واقعہ جانگداز اور خانہ برانداز کی خبر مدتون سے سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تھی اور عین حیات مین اسکی اطلاع حضور پا چکے تھے ۔

روایت ہے کہ رسول کریم نے طبرانی سے فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھسے کہا کہ میری آنکھون کا تارا حسین میرے بعد بڑی بیرحمی سے قتل کیا جائیگا اور اوسکی خوابگاہ کی خاک بھی لاکر مجھے دکھائی ۔

دلائل النبوت مین طبرانی سے روایت ہے کہ رسولخدا کی چچی صاحبہ ام الفضل یعنی زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور سے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے شب کو یہ خواب دیکھا ہے کہ ووراز حال حضور کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا جدا ہو کر میری گود مین گر پڑا ہے آپ نے چچی صاحبہ کا بیان سنکر فرمایا کہ یہ خواب بہت اچھا ہے اور تعبیر اسکی یہ ہے کہ فاطمہ کے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود مین پرورش پائیگا - پس جناب امام حسین متولد ہوے اور میری گود مین رہا کرتے تھے ۔

ایک دن مین نے کھلاتے کھلاتے اونکو محبوب کبریا کی گود مین دے دیا آپ ایسا روے کہ ہچکی بندھ گئی اور سانس سینے مین نہ سماتی تھی - مین نے پوچھا یا

کیا سبب ہے ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل امین نے آکے مجھے خبر دی کہ میری امت کے لوگ بھوکا پیاسا میرے حسین کو قتل کرڈالینگے اور اوس مقام تھوڑی سی خاک سرخ بھی لاکر مجھے دکھلائی ۔

اسیطرح بغوی نے بھی انس سے روایت کی ہے کہ فرشتہ جو مینہ کا موکل ہے رسول کریم علیہ التسلیم کی خدمت مین حاضر ہوا وہ کبھی پہلے نہین آیا تھا جوقت کہ حضور اوس سے باتین کر رہے تھے ام سلمہ کو حکم دیدیا کہ خبردار یہان کوئی آنے پاوے اسی اثنا مین جناب حسین ادہر کھیلتے کھیلتے آنکلے اور چاہا کہ گھر مین چلے آئین مین نے نرمی سے اور عاجزی سے منع کیا مگر وہ نمانے اندر چلے ہی آئے اور نانا کی گود مین کھیلنے لگے فرشتے نے اونکی یہ پیار کی دیکھکر دریافت کیا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اس بچے کو بہت ہی پیار کرتے آپنے فرمایا بیشک یہ بچہ مجھے نہایت عزیز ہے فرشتہ آبدیدہ ہوا اور عرض کی اے خدا کے حبیب آپ کی امت ہی آپکے اس محبوب بچے کو تن تنہا بے یار و آشنا میدان کربلا مین تیغ ظلم و جفا سے شہید کرڈالیگی ۔

ہے ہے کوئی نہ تنک دیگا اسے پانی — ہے ہے یہ سہیگا تعب تشنہ دہانی
ہوجائینگے اک جان کے سب دشمن جانی — ہے ہے مرا محبوب مرا یوسف ثانی

پیراہن صد چاک کفن ہووے گا اس کا
سر نیزے پہ اور خاک پہ تن ہووے گا اس کا

پھر اوس فرشتہ نے تھوڑی سی خاک مقتل آپکو دی مین نے اوسے لیکر مین

مین پابند حر رکھا۔

بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب سرور کائنات علی التحیۃ والصلوٰۃ دوپہر کو آرام فرما رہے تھے کہ یکایک چونک پڑے اور پھر سو گئے اور پھر جاگے اسیطرح کئی دفعہ ہوا۔ مین نے جو یہ حالت دیکھی نرہا گیا پوچھا کہ حضور نصیب دشمنان آج یہ کیسی بیکلی ہے آپ نہایت مغموم اور بیچین کیون ہین اور یہ خاک سرخ دست مبارک مین کیسی ہے جسے آپ بار بار الٹ پلٹ رہے ہین۔ ارشاد ہوا کہ اے ام سلمہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا پیارا بیٹا حسین ملک عراق مین قتل کیا جائیگا اور یہ مٹی بھی وہین کی ہے جسمین بڑی مصیبت کی بو آتی ہے۔

ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب امام عالیمقام حسین کے زمانے مین میرے گھر کھیل رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے دیکھتے تھے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے اسی اثنا مین جبرئیل امین آئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ فرزند آپ کا جسے آج آپ دیکھہ دیکھکر ایسا خوش ہوتے ہین آپکے بعد بڑی بیرحمی سے قتل کیا جائیگا اور یہ یہ تھوڑی سی مٹی اوس جگہہ کی ہے جہان وہ ذبح ہوگا۔ حضور نے اوس مٹی کو لے کر سونگھا تو اوس سے رنج و بلا کی بو آتی تھی۔ آپنے مجھے دیکر فرمایا اے ام سلمہ اس مٹی کو بڑی احتیاط سے رکھنا جب تیرے پاس یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھہ لینا کہ میرا حسین مارا گیا چنانچہ مین نے وہ مٹی ایک شیشے مین احتیاط سے رکھہ چھوڑی۔

صواعق محرقہ مین تحریر ہے کہ جنگ صفین کے زمانے مین جناب شیر خدا

کہ اس مقام کا کیا نام ہے کسی نے عرض کیا کہ حضور اسکو کربلا کہتے ہین یہہ
سنتے ہی جناب امیر کلیجہ تہام کر وہین گر پڑے اور اتنا روے کہ انسکون سے
زمین تر ہوگئی لوگون نے ادہر ادہر سے جمع ہو کے گریہ وزاری اور بیقراری کی وجہ
دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے
کلیجے کا ٹکڑا حسین کربلا مین مارا جائیگا۔

داؤد اور ابن الجعرے روایت ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت علی نے وہان کہڑے
ہو کر سب پتے بہی دے کہ یہان ہمارے اہلبیت کے اونٹ باندہے جائینگے
اور اس جگہہ اسباب رکہا جائیگا اور یہان چمن فاطمہ لوٹا اور پامال کیا جائیگا اور
اس مقام پر جوانان محمد کے گلے پر چہری پہرے گی اور آسمان و زمین اُنکے
واسطے خون کے آنسوؤن سے روئینگے۔

مسلمانو غور کا مقام ہے کہ اور توجو کچہہ ہوا سو ہوا صرف اسی بات کو لو کہ جناب
رسول خدا اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا کو جناب امام حسین کے بچپنے ہی سے
اس واقعہ ہوشربا کی پہلے ہی سے خبر ہو جانا بجاے خود کتنی بڑی مصیبت کی
بات ہے یہ لوگ جب اوس سرو بستان امامت کو صحن مکان مین
کہیلتے کودتے دیکہتے ہونگے تو ساری خوشی خاک مین ملجاتی ہوگی۔ اللہ اللہ
اونہین حضرات کے جگر تہے جنہون نے مہد سے لحد تک اپنی اسی بچے کی
مصیبتون سے کبہی آسودہ نہ ہو کر ایک وقت بہی کہانا کہایا اور اپنے دلبند کے
ترکین کے ناز و کرشمون سے ایک لحظہ بہی حظ نہ اوٹہایا۔

بس اتنے مین نازل ہوئے جبرئیل خوش انجام
پیارا ہے نہایت ہمین ہر اک گل اندام
کی عرض کہ فرماتا ہے یہ خالق علام
یا ختم رسل ہمنے حسین اوسکا رکھا نام

یہ حسن مین سردار حسینان زمن ہے
مشتق سے تو ہے احسان تصغیر حسن ہے

ہے ایک سبب تہنیت و تعزیت اسدم
بتلائے ہین حیاتی سے جسے دبتہ عالم
ہین شادی و غم گلشن ایجاد مین توام
بیجرم و خطا قتل کرینگے اسے اظلم

گر حشر بپا ہو گا تو یہ آفت نہ ٹلیگی
سجدے مین چھری حلق مبارک پہ چلیگی

ہوگا یہ محرم ہین ستم اے شہ ذیجاہ
تاریخ دہم جمعہ کے دن عصر کے وقت آہ
چھپ جائیگا انکھون سے اسی چاند مین یہ ماہ
نیزے پہ چڑھائینگے سر پاک کو گمراہ

کٹ جائیگا جب سر تو ستم لاش پہ ہونگے
گھوڑون کے قدم سینۂ صدپاش پہ ہونگے

چلاتے محمدؐ کہ مین بسمل ہوا بھائی
دل ہلگیا برچھی سی کلیجے مین در آئی
اے وائے اخی کیا یہ خبر مجھکو سنائی
یہ واقعہ سنکر نہ جئے گی مری جائی

ممکن نہین دنیا مین دوا زخم جگر کی
کیونکر کہون زہرا سے خبر مرگ پسر کی

جسوقت سنی فاطمہ نے یہ خبر غم
چلائی کہ سر پیٹ کے وہ ثانی مریم
شادی مین ولادت کی بپا ہوگیا ماتم
بیٹی پہ چھری چل گئی یا سید عالم

خنجر کے تلے چاند سی تصویر کی گردن

کٹ جائیگی ہے ہے مرے بیکس کی گردن

دنیا ہے مجھے اندھیر ہے اس غم کی خبر سے
دامن پہ ٹپکتا ہے لہو دیدۂ تر سے

شعلوں کیطرح آگ نکلتی ہے جگر سے
بس آج سفر کر گئی شادی مرے گھر سے

جو وقت تلک جیتی ہوں ماتم میں رہونگی
مظلوم حسین آہ ترے غم میں رہونگی

بچی کو یہ معلوم نہ تھا یا شہ عالم
اب دن ہے چھٹی کا مجھے عاشور محرم

بچھیگی زچہ خانے کے اندر صف ماتم
تارے بھی نہ دیکھے تھے کہ ٹوٹا فلک غم

پوشاک نہ بدلونگی نہ سر دھوؤنگی بابا
چلے میں بھی چہلم کیطرح روؤنگی بابا

پھر بیکے فرزند کی صورت یہ پکاری
یاں بعد مرے ذبح کرینگے تجھے ناری

اے میرے شہید ایمری بیکس تیرے واری
بنتی ہوں ابھی سے میں عزادار تمھاری

دل اور کسی شغل میں مصروف نہوگا
بس آج سے رونا مرا موقوف نہ ہوگا

مرجائیگا تو تشنہ دہاں ہائے حسینا
اک جان پہ یہ رنج و محن ہائے حسینا

ہو جائیگا ٹکڑے یہ بدن ہائے حسینا
کوئی تجھے دیگا نہ کفن ہائے حسینا

گاڑینگے نہ ظالم تن صد پاش کو ہے ہے
رہوار و نسے روندینگے تری لاش کو ہے ہے

فرمایا محمد نے کہ اے فاطمہ زہرا
خالق نے دیا ہے اسے وہ رتبۂ اعلیٰ

کیا مرضی معبود میں بندہ کا ہے چارا
جبرئیل سوا کوئی نہیں جاننے والا

مخفی نرہے کہ دانا اور شفیق طبیب مریضان ناشکیب کو دوا و غذا بتدریج دیتے
اور تشنہ کامان تفتہ جگر کو ٹھنڈا پانی ایک ایک گھونٹ کر کے پلاتے ہین
تاکہ اونکی ناتوانی اور تنگ ظرفی اون چیزون کی متحمل ہو سکے اور وہ نکات پسندیدہ
اور حالات برگزیدہ سے ناکام اور دلخستہ نہ رہجائین چونکہ تمام ملائکہ مقربین اور
آسمان و زمین اور سارے سیارے اور جملہ مخلوقات اور کل کائنات فخر رسل
ہادی سبل۔ سید دارین۔ شہنشاہ کونین۔ چراغ راہ آفرینش۔ شمع بزم آمرزش
طبیب بیماران گناہ۔ حبیب بیداران سحرگاہ۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے دیدار فرحت آثار کے پیاسے تہے حکیم مطلق خدا ئے
برحق حکمت بالغہ نے دیکہا کہ کوئی اہل بصر اور صاحب عقل و نظر جمال جہان آرا اور
محبوب انبیا کی زیارت کی تاب نہ لا سکیگا اور ناگہان سر رشتہ صبر و قرار ہاتہہ سے
چھوٹ جائیگا اسلیئے پہلے اور انبیا کو ایک ایک صفت کیساتھ موصوف کر کے
دنیا مین بہیجا پہر آنحضرت کے جمال باکمال سے پردہ حجاب ناگہان اوٹھا دیا تاکہ
روشن ہو جائے کہ جو کمالات صوری و معنوی اور انبیا کو جدا جدا مرحمت ہوئے
تہے بالمجموع سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلواۃ کو حاصل تہے یعنی۔ خلافت آدم
سلطنت سلیمان۔ حسن یوسف۔ خلت ابراہیم۔ کلام موسیٰ۔ رتبہ عیسیٰ۔ عبادت
یونس۔ شکر نوح وغیرہ سارے کمالات ظاہری و باطنی باغبان لم یزلی نے
اوس سرو بستان حسنات اور گلبن خیابان کمالات مین جمع کر دئے تہے

ملا تو ہمارے نبی اکرم کے نام کی نوبت بھی چار دانگ عالم مین پانچون وقت سجا کرتی ہے۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ اور حضرت سلیمان کے لئے اگر تخت بلقیس آیا تو ہمارے حضرت کے واسطے بھی مقدمہ نکاح زینب مین خود حق سبحانہ تعالی نے زوجنا فرمایا حسن وجمال یوسفی عام اور ہمارے حضرت کا جمال باکمال خاص ہے اور عام وخاص کا فرق سب جانتے ہین۔ چنانچہ آپ کے حسن کی تعریف مین حضرت عائشہ صدیقہ نے جو شعر فرمایا ہے اوس سے حسن یوسفی اور حسن محمدی مین اچھا خاصہ امتیاز ہو جاتا ہے ؎

	اپنے یوسف کو مرے یوسف سے تو نسبت نہ دے اے زلیخا اپنے سر کٹتے ہین اوسپر انگلیان	

اور حضور نے خود اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا ہے من رانی فقد رای الحق یعنی جسنے مجھے دیکھا بتحقیق اوسنے خدا کو دیکھا۔ یہ بات بھی بڑے پلے کی ہے اسپر غور کرنے سے بڑے وسیع مضامین نکلینگے۔ یہ مرتبہ حضرت یوسف کو کب نصیب ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام کو اگر لباس خلت ملا تو ہمارے حضرت کو خلعت محبوبیت عطا ہوا دیکھلو۔ لولاک لما خلقت الافلاک سے کیسی محبت ٹپکتی ہے۔ حضرت موسی نے اگر کوہ طور پر کلام باری سنا تو ہمارے حضرت نے عرش برین پر جو کچھہ کہنا تھا اللہ جل شانہ سے عرض کیا۔ حضرت نوح اگر شکر مین مشہور ہین تو ہمارے حضرت صبر وشکر دونون مین۔ چونکہ ان اوصاف مین اور انبیا بھی شریک تھے اسلئے امتیاز واختصاص کی نظر سے حق سبحانہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور

قرب تمامتر - شفاعت عظمیٰ - جہاد محاربہ با دشمنان خدا - علم وسیع - عرفان اتم

منصب قضا - اجتہاد و فتویٰ اور احتساب -

واضح ہو کہ ولایت سے دونون جہان کا تصرف مقصود ہے اور اس مرتبہ کے قسمین اس کثرت سے ہین جنکا بیان ہی نہین ہوسکتا کیونکہ الولایت الفضل من النبوت کا اشارہ اسیطرف ہے اور محبوبیت مطلقہ اسے کہتے ہین کہ سب اقوال و افعال و اعمال و احوال ظاہر و باطن مرغوب و محبوب جناب باری ہون اور کوئی کار رضاے خداوندی کے خلاف نہو اور برگزیدگی کے یہ معنی ہین کہ وہ شخص ہمہ تن مقبول خاص ہو پھر مقبولیت اور محبوبیت دونون لازم و ملزوم بھی ہین - دیدار حق سے وہی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مین دیدار خدا بدیدۂ سر حاصل ہوا اور قرب تمام تر کی کیفیت دَنٰی فَتَدَلّٰی فکان قاب قوسین اَوْ اَدْنٰی سے ظاہر ہے - یعنی شب معراج مین آپ وہان پہونچے جہان کسی کا گذر نہین ہوا تھا - سفاعت عظمیٰ یہ ہے کہ معرکۂ حشر مین سب انبیا بد حواس و پریشان حال نفسی نفسی پکارتے ہونگے اور آپکی شفاعت سے سب نجات پائینگے - جہاد کی صفت یہ ہے کہ جنگ احد مین جب لڑائی درہم و برہم ہوگئی اور صحابہ متفرق ہو کے لشکر اسلام و کفار باہم مخلوط ہو گیا اور حضور تن تنہا رہگئے کمال شجاعت سے فرماتے تھے " النبی الکذب انا ابن عبد المطلب " علم وسیع یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اولین و آخرین عطا فرمایا تھا - عرفان اتم اور علم وسیع لازم و ملزوم ہین اور یہ تمام قرآن سے واحد انیت ظاہر ہے اور منصب قضا سے یہ مراد

اور قضیے کمال خلق اور کریم اور لطف عمیم سے فیصل کئے جاتین چنانچہ آپ کے
مقدمات کے فیصل کرنیکا یہ حال تہا کہ متخاصمین اپنے دیون مین حق و باطل کا
امتیاز کرکے بطیب خاطر رضامند ہو جاتے تہے اور حضور کے ارشاد کو
بتقسیم قلب تسلیم کرتے تے اجتہاد و فتوی کی کیفیت احادیث اور کتب سے
منکشف ہے کہ کیسے جامع دستور العمل حضور نے مقرر فرمائے تہے جنپر
آجتک مفتیون اور قاضیون کا عملدرآمد ہے جب کسی کام مین آپکو تامل
ہوتا تو بعد انتظار وحی جو آپکی رائے مین آتا اوسپر عمل کرتے - احتساب مین
بندگان خدا کے عملون کا حساب وکتاب اور اونکی جزا اور سزا شامل ہے
جو بالکل آپ کی رائے صایب پر منحصر ہے - آپکی قرأت کا کمال یہ ہے کہ سات
قاری جو مشہور ہین اون سبہون نے آپ کی قرأت سے استنباط کیا ہے
الغرض آپکے معجزے اور کمالات اسقدر ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا ارباب
اسیر نے چونسٹھ ہزار معجزے قلمبند کئے ہین ازان جملہ معجزہ شق القمر سارے عالم
مین مشہور ہے - سیر معراج کا حال - براق کی سواری - مقام قاب قوسین تک
پہونچنا سب سے پہلے آپ کا قبر سے اوٹھنا - ستر ہزار فرشتون کا جلو مین ہونا
عرش کے داہین جانب کرسی پر بیٹھنا - مقام محمود پر مشرف ہونا - لوا الحمد
ہاتہہ مین رکھنا - تمام ذریات آدم کو اوسکے نیچے کہڑا رہنا پہلے پلصراط
سے گذرنا اور سب سے پہلے بہشت کے دروازے کہولنا اور سب کی شفاعت
کرنا یہ صفات آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہین -

بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر

جب سب طرحکے کمالات اور اوصاف حضور مین جمع کے گئے تھے تو اسکے کیا معنی کہ شہادت جو ایک رتبہ عظیم ہے آپ کو حاصل نہوا حالانکہ آپکو اوسکی کمال تمنا تھی اور اکثر فرط ذوق وشوق سے فرمایا کرتے تھے کہ بالتحقیق مین شہید ہونیکو اسقدر دوست رکھتا ہون کہ خدا کی راہ مین شہید ہون اور پہر زندہ رہون اور پہر شہید رہون اور پہر زندہ رہون اور پہر شہید ہون - باوجود اس آرزو کے پہر بھی شہادت آپ کو نصیب نہ ہوئی - باعث اسکا یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شہید ہو جاتے تو شوکت اسلام مین تفرقہ پڑجاتا اور دین کی بنا متزلزل ہو جاتی - زیادہ پریشان کیون ہو غزوۂ اُحد ہی پر نظر کیون نہین ڈال لیتے - جب شیطان نے جعال بن سراقہ کی شکل بنکر اعلان کردیا - اِلّا اِن محمدًا قد قتل - یعنی آنحضرت تو مارے گئے - پس اس آواز کے سنتے ہی معًا لشکر اسلام پریشان ہوگیا اور منتشر ہونے لگا کسی کے اوسان بجا نہ رہے حالانکہ یہ خبر جہوٹی تھی اگر آپ فی الواقع شہید ہوتے تو خدا جانے کیا رخنہ اسلام مین پڑجاتا - پس آنحضرت بنفس نفیس تو اسلئے شہید نہوئے کہ حق سبحانہ تعالےٰ کو اس دین کا قیامت تک قایم رکہنا مدنظر تھا -

اب شہادت کی دو صورتین ہین - اوّل خفی یعنی سریہ دوم جلی یعنی جہریہ - خفی یعنی شہادت سریہ تو یہ ہے کہ دفعتًا میدان جنگ مین کفار کے ہاتھ سے شہید ہوگئے اور اوسکا اعلان واشتہار ہی نہین ہوا نہ کسی نے اور نہ کسی نے جانا سوا اسے خاص کے عوام تک خبر ہی نہوئی ایسی شہادت ایسے جلیل القدر

اور مشہور عالم شخص کے لئے جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے
کچہ مفید مطلب نہتی اور جلی یعنی شہادت جہریہ کے یہ معنی ہین کہ آدمی اپنے
وطن سے دور ہو اوسکے گہوڑے کی کوچین کاٹ ڈالی جائین اوسکا لاشہ
ایک مدت تک بے سر پڑا رہے اور اوسکے دوست آشنا اور عزیز و اقربا
کثیر تعداد مین اوس کی لاش کے گرد قتل ہوئے ہون۔ مال و اسباب اوسکا لوٹا
جائے اور اوسکی عورتین اور یتیم اولاد قید مین کرلیجائے اور یہ ساری مصیبتین اوپر
خالصاً و مخلصاً خدا کی راہ مین گذری ہون اور ان امورات مین ایک ذرہ بہی
اغراض دنیاوی اور ہوائے نفسانی کا نہو۔ مگر ایسی شہادت خلاف شان
نبوت ہتی۔ اسلئے حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ یہ کمال بہی بواسطہ
اہلبیت اور عزیز قریب تر اور اوس اولاد کے جو حکم فرزندون کا رکہتی ہو آنحضرت
تک پہونچ جائے۔ پس ارادت الٰہی نے حسنین کو اونکے جد امجد کا نایب
اور قایم مقام اور آئینہ جمال بناکے یہہ دونون نعمتین بہی اونہین پر تمام
فرمائین۔

پس سبط اکبر یعنی جناب امام حسنؑ کے حصہ مین شہادت خفی یعنی سرّیہ آئی۔ یعنی
اوسکا ذکر وحی مین آیا نہ جناب رسول خدا نے فرمایا اور جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ
بہی کبہی اوسے زبان پہ لائے اور حضرت امام حسنؑ کا قاتل مشتبہ رہا اور ظہور
اس فعل مذموم کا بہی جورو کے ہاتہہ سے ہوا جسکی طرف گمان بہی نہوتا اور
دوسری قسم شہادت کی جو جہریہ یعنی جلی ہے سبط اصغر یعنی حضرت امام
حسین کو عطا ہوئی اوسکا دارومدار تشہیر اور اعلان پر ہے اسیواسطے

اولاد اوسکی خبر وحی مین جبریل امین کی زبانی معلوم ہوئی اور اور دیگر فرشتون نے بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکے عرض کی اور آنحضرت صلعم اور جناب علی مرتضیٰ نے بہی قبل وقوع واقعہ اسکی خبرین بڑے شد و مد سے دین اور کوئی دقیقہ اسکے اشتہار و شہرت کا باقی نہین رہا ہے۔ آثار و علامات ارضی و سماوی اسکے اظہار عام کے لئے واقع ہوئے۔ مثلاً خاک مبدل بخون ہو گئی۔ پتھرون سے لہو جاری ہوا یہان تک کہ بیت المقدس کا کوئی پتھر ایسا نہ تہا کہ جسکے تلے تازہ خون نہ بہتا ہوا پایا گیا آسمان سے خون برسا۔ غیب سے رونے کی آواز آتی تہی۔ اور جنات نوحہ کرتے تھے۔ شہیدون کی لاشون کی حفاظت صحرائی درندون اور بہایم نے کی اس سے چارون طرف اور بہی زیادہ شہرت ہو گئی۔ قاتلون کی ناک مین سانپ گہسے اور امام عالیمقام کی شہادت کے بعد ہی سے انواع و اقسام کی عقوبت مین گرفتار ہوئے اور دس پانچ برس بہی زندہ رہے اونکا گوشت کڑوا زہر ہو گیا اور عرب کے دستور کے موافق جب عورتین زعفران اپنے منہ پر ملتی تہین تو وہ سیاہ ہو جاتا تہا۔ روز روشن اندہیری رات ہو گیا تہا یہ معنی تہے کہ حاضر و غایب اس سانحہ ہوشربا سے مطلع اور آگاہ ہو جائین اور تا قیامت یہ غم دنیا مین یادگار رہے۔

چونکہ حضرات حسنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تہے اور نواسے بیٹے کے حکم مین داخل ہین مثلاً حضرت عیسیٰ فرزندان یعقوب مین شمار کیے جاتے ہین کیونکہ جناب مریم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مین ہین اور بتعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے

بن حنبل نے اپنی سند مین ابی اسحق سبیعی اور ہانی بن ہانی اور علی مرتضی سے
روایت ہے کہ امام حسن کے پیدا ہوتے ہی رسول خدا تشریف لائے اور
فرمایا کہ دکھاؤ میرے بیٹے کو اور اوسکا نام تمنے کیا رکھا ہے جناب
شیر خدا نے فرمایا کہ مین نے اسکا نام حرب رکھا ہے آنحضرت بولے کہ نہین
اسکا نام حسن ہے اور جب امام حسین پیدا ہوے تب بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ دکھاؤ میرے بیٹے کو اور تمنے اسکا
نام کیا رکھا ہے امیر المومنین نے عرض کی کہ مین نے اسکا نام حرب رکھا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہین اسکا نام حسین ہے اونکے بعد حضرت
محسن پیدا ہوے تو بھی یہی صورت واقع ہوئی اور آنحضرت نے اونکا نام محسن رکھا
جناب سرور کائنات علیہ الصلواۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ مین نے ان تینون
بچون کے نام فرزندان حضرت ہارو علیہ السلام کے نام پر رکھے ہین جو عبرانی شبر و شبیر
و مشبر کہلاتے ہین اسی حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر مین اور دارقطنی نے
کتاب افراد مین اور حاکم اور بیہقی اور ابن عساکر نے علی مرتضی سے اور بغوی اور
طبرانی نے حضرت سلیمان فارسی سے روایت کی ہے۔
غرض ان روایتون سے فرزندیت اور ابنیت حضرات حسنین کی بخوبی ثابت ہے
اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب محسن آنحضرت کی حیات ہی مین پیدا ہوئے تھے
اور عرب مین یہ دستور تھا کہ اپنے لڑکون کا نام اکابر و روسائے عرب کے نام پر
رکھتے تھے اوسی اصول پر جناب علی مرتضی نے اپنے فرزندو کا نام حرب رکھا تھا

آنحضرت نے اون ناموں کو تبدیل کر دیا۔

پس معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کا نام کفار کے نام پر نہ رکھنا چاہیے اسی لئے جناب امیر المومنین نے بعد ازان اپنے بچوں کے نام صحابہ کرام کے ناموں پر رکھے پس جو شخص اپنی جہالت سے یہ کہے کہ حضرت شیر خدا نے اپنے لڑکوں کے نام صحابہ کے ناموں پر بموافق معمول عرب کے رکھے تھے وہ جھوٹا ہے کیونکہ نص کے خلاف کہتا ہے یعنی جب آنحضرت نے اوس رسم کو منع فرمایا اور نام بدلوا دئے تو پھر حضرت علی کیونکر خلاف کر سکتے تھے۔

نسائی اور رویانی اور ضیا مقدسی نے حذیفہ اور ابو یعلی سے اور ان دونوں نے ابو سعید سے اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور ابن مسعود سے اور ابو نعیم نے حضرت علی سے اور طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں عمر سے اور براء بن عازب اور اسامہ بن زید اور مالک بن حویرث اور دیلمی نے انس سے اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے اور ابن عمر اور ابن عباس اور ابی رمثہ سے روایت کی ہے کہ تحقیق فرمایا رسول خدا نے کہ حسن اور حسین دونوں سردار بہشت کے ہیں۔ اس سے سیادت مطلقہ دونوں صاحبزادوں کی اور جلال با کمال آنحضرت کے دو آئینے ہونا طرق متعددہ سے پایہ ثبوت کو پہونچگیا پھر ابن عساکر وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حسنین سے دوستی رکھتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جو شخص اون دونوں سے بغض رکھیگا وہ میرا دشمن ہے۔ پس دوستی حسنین کی عین دوستی رسول اللہ کی ہے اور دشمنی حسنین کی عین دشمنی آنحضرت کی

دوسری وجہہ یہ ہے کہ سیرت اور صورت مین بہی دونون مشابہ ہر آنحضرت سے
مشابہ تہے۔ سند اوسکی یہ ہے کہ بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ تحقیق
کوئی شخص مشابہ تر آنحضرت سے سوائے حسنین کے نہ تہا۔ اور ایک دوسری
حدیث اس بارہ مین مفصل ہے یعنی ترمذی مین جناب علی مرتضیٰ سے
روایت ہے کہ امام حسنؑ کا جسم اعلیٰ یعنی سر سے سینہ تک بالکل ویسا ہی
تہا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جناب امام حسینؑ کا جسم اسفل
یعنی سینے سے پاؤن تک بالکل رسولخدا کا سا تہا۔
پس دونون مین ایک تصویر جناب رسول اللہ کی جمع کردی گئی تہی اسلئے
دونون شہادتین جلی و خفی رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوگئین۔
روایت کی ہے ترمذی نے کہ تحقیق فرمایا رسول خدا نے حسن اور حسین کو
اپنے پاس کہڑا کرکے کہ جو شخص دوست رکہے مجہکو اور میرے ان دونون
پیارے بچونکو اور ان کے مان باپ فاطمہ اور علی کو وہ قیامت مین میرے
ساتھ میرے درجہ مین ہوگا۔
صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک دن صبح کو رسول اللہ باہر آئے سیاہ بوٹے دار
کمل اوڑہے ہوئے تہے جسمین کجاوہ شتر کی شکل بنی ہوئی تہی۔ اتنے مین امام حسن
آئے حضور نے اونکو بہی اوسی مین دبا لیا۔ پہر امام حسینؑ آگئے آپنے اونہین
بہی وہ کمل اوڑہا لیا پہر جناب فاطمہ تشریف لائین آپنے اونکو بہی اوسی مین
چہپا لیا۔ اون کے بعد جناب امیر برآمد ہوئے حضور نے اونہین بہی اسی

البیت ویطہرکم تطہیرا۔

ترمذی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق حسن اور حسین دونون میرے باغ دنیا کے پھول ہین اور دونون میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہین الہی مین اونکو دوست رکھتا ہون اور پیار کرتا ہون تو بھی اون دونون کو دوست رکھہ اور جو ان سے محبت کرے اوسکا نام بھی اپنے دوستون مین لکھہ لے۔ پس ثابت ہو گیا کہ حسنین کی محبت عین خدا و رسول کی محبت ہے کیونکہ جناب رسالتمآب حضور سرور عالم کی دعا ضرور مقبول ہوگی۔۱

اب خاص فضایل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیان ہوتے ہین حضرت امام جعفر بن امام محمد صادق سے روایت ہے کہ جناب امام حسن نے پندرہ حج پیادہ پا سفر کرکے کیے حالانکہ بہت سے گھوڑے سواری کے کوتل آپ کے آگے آگے چلتے تھے اور دو دفعہ آپنے اپنا سارا مال اور تین بار اپنا آدھا آدھا مال راہ خدا مین لٹا دیا اور نصفا نصفی مین یہانتک اہتمام کیا کہ اگر جوتے کی ایک جوڑی تھی تو ایک پاوں کی راہ خدا مین دیدی اور ایک اپنے پاس رکھی غور کا مقام ہے کہ دفعتاً سارا مال دیدینا تو شاید آسان ہو مگر ایسی نصفا نصفی نہایت ہی مشکل ہے۔ آپ کے وسعت اخلاق کی تعریف مین لوگون نے بیان کیا ہے کہ ایک دن آپ مسند خلافت و امامت پر جلوہ گر تھے اور بہت سے مصاحب اور اہالی موالی آپکے پاس موجود تھے ناگاہ فرقہ کفار مین سے ایک

نظر آیا اور پوچھا کہ یہ بزرگوار آپ جن کا کون ہے اور اوسکا نام کیا ہے آپ

ہی بول اوٹھے کہ مین ہون اور سب مجھے حسن بن علی کہتے ہین اوس نے یہ کمال

غیظ و غضب جواب دیا کہ وہ ہی علی جو بڑا خونخوار اور جبار و ظالم تہا اوسی طرح اور بہت

سخت و سست جناب مرتضوی کی شان مبارک مین بکا۔ حاضرین دربار کو

یہ بے ادبی ناگوار معلوم ہوئی اور چاہا کہ اوسے سزا دین مگر جناب امام

حسنؑ نے سب کو روک دیا اور کمال مہربانی اور شفقت سے پوچھا کہ اے شخص

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی مصیبت مین گرفتار ہے۔ خیر اگر بہوکا ہے تو کہدے

سونے کا نوالہ تیرے کہانے کیواسطے تیار ہے اور برف کا پانی تیرے پینے کو

آجاے اگر قرضدار ہے تو مجھے بتلا کہ مین تیرا قرض ادا کرون۔ اگر تیرا کوئی دشمن ہے

اور درپے قتل ہے تو مین تیری حمایت کرون اور تجھے اوسکے پنجہ ظلم سے رہا

کرون۔ غرض جو کچھ تیری حالت ہو وہ مجھے بتادے خدا کے فضل سے مین

اوسے پورا کرسکتا ہون۔

جب اوس آدمی نے ایسی میٹھی میٹھی باتین سنین تو پگہل کے موم ہی تو ہوگیا اور

نادم و خجل ہوکے بولا کہ آپ سچ حضرت علی کے خلف الصدق ہین جو خدا کے

ولی اور رسول خدا کے بہائی تہے اونہون نے در خیبر کو اوکہاڑا اور عمرو عنتر کو مارا

یہ کہکر اوسنے کلمہ شہادت پڑہا اور مسلمان ہوگیا اور تمام عمر حضرت حسنؑ ہی کی خدمت

مین رہا اور آپکے جان نثارون مین مشہور ہوا۔ اسیطرح کی اور بہت سی باتین کتب

سیر مین آپ کی نیک عادات اور وسعت اخلاق کی بابت مذکور ہین۔ اس مختصر

نسخہ مین کہانتک لکھی جائین۔

ذکر جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ائمہ عشر مین سے دوسرے امام ہین کنیت آپکی ابو محمد اور لقب تقی وسید ہے ۱۵ شعبان یا رمضان ۲ھ یا ۳ھ کو مدینہ منورہ مین پیدا ہوئے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت مین جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے دونون فرزندون کو حضور مین لاکر عرض کیا کہ ابا جان یہہ دونون آپکے بیٹے ہین انہین کچھ میراث مین عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ حسن کے حصہ مین اپنی سیرت اور سیادت دیتا ہون اور حسین کے حصہ مین اپنا جود وسخاوت بخشتا ہون۔ سنن ترمذی مین ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول خدا ایکدن امام حسن کو اپنے دوش مبارک پر چڑہائے ہوئے تہے کہ کسی نے کہا بچے تو اچھے مرکب پر سوار ہین آنحضرت نے جوابدیا کہ اگر مرکب اچھا ہے تو راکب بہی خوب ہے۔ شواہد النبوت مین ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب امام حسن کو گود مین لیئے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے کبہی حاضرین مسجد کیطرف نظر کرتے تہے اور کبہی نواسے کو دیکھتے اور فرماتے تہے کہ یہ میرا بیٹا اور سید ہے عنقریب خداوند کریم اسکے طفیل سے مسلمانون کے دو گروہون مین صلح کرادیگا۔

روایت ہے کہ کسی زمانے مین حضرت امام حسن سفر مین تہے اور جناب زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد مین سے بہی کوئی ہمراہ تہا اثناء راہ مین ایک نخلستان ملا جسکے تمام درخت خشک ہوگئے تہے یہ لوگ ایک سوکہے ہوئے درخت کے نیچے

اور پڑے۔ ساتھی نے کہا کاش یہ درخت سرسبز اور میوہ دار ہوتا ہوتا تو چند

چھوہارے ہی کہاتے شاہزادۂ عالم نے دعا کی وہ درخت فوراً پہول پہل گیا

اور سب نے سیر ہو ہو کے خرمے کہائے۔

روایت ہے کہ جب علی مرتضیٰ نے جوار رحمت ایزدی کی طرف کوچ فرمایا تو جناب

امام حسن نے منبر پر جا کے نہایت فصاحت و بلاغت سے خطبہ پڑہا اور فرمایا

اے لوگو آجکی رات تمہارے درمیان سے ایسا آدمی اوٹھ گیا ہے کہ قدما

نے اوسکا مثل نہین دیکہا تہا اور متاخرین بہی اوسکی نظیر نہ پاوینگے۔ موسیٰ بن

عمران نے بہی اسی رات کو وفات پائی اور عیسیٰ بن مریم نے بہی آج ہی کی رات

آسمان پر عروج پایا تہا۔ میرے والد ماجد بہی دین خدا کی دعوت دیتے تہے اور مین بہی

تمہین لوگو سیدہی راہ کیطرف بلاتا ہون۔

سب سے پہلے حضرت قیس بن سعد عبادہ انصاری نے آپ سے بیعت کی اونکے بعد

چالیس ہزار آدمی آپکے مطیع و منقاد ہوئے۔ جب امیر المومنین حضرت علی کے

شہادت کی خبر حاکم شام کو پہونچی تو وہ ساٹھہ ہزار آدمی اپنے ساتھ لیکر ممالک

عراق و عرب کے تسخیر کو روانہ ہوا۔ امام حسن بہی اسکی اطلاع پا کے چالیس ہزار آدمیون

کے ساتھہ کوفہ سے باہر آئے اور دیر عبد الرحمن مین آکے قیام کیا اور قیس

بن سعد کو بارہ ہزار سوار نامدار کے ساتھہ مقدم لشکر بنایا۔ جب ساباط

مداین مین پہونچے تو چوپایون کو آرام دینے کے لئے ٹہر گئے بہت سے لشکری

سمجہے کہ انکا ارادہ لڑنے کا نہین ہے اور آپ کی باتون نے لوگون کے قیاس کو اور

زمین اُڑنا چاہتا ہون مین تو مسلمانون کے امن وسلامتی اور جمعیت و فراغت
اور صلح کو پسند کرتا ہون۔ تفرقہ و پریشانی اور فتنہ و فساد سے مجھے کمال نفرت ہے
اسلیئے فوج نے غل مچانا شروع کیا اور امام کے خیمہ مین آکر جو کچھہ پایا لوٹ لے
لئے یہانتک کہ وہ بچھونا جسپر آپ بیٹھے تھے پیر کے نیچے سے گھسیٹ لیا
اور ردا آپکے گردن سے کھینچ لی۔ حضور جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوکر مداین
روانہ ہوئے اثنائے راہ مین جراح بن قبیعہ نے یکبارگی آپ پر حملہ کیا زخم ران پر
لگا اور ہڈی تک پہونچگیا عبد بن مقتل طائی نے جراح کے ہاتھہ سے تلوار چھین لی
اور اوسکے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔ جناب امام حسن رنجور و نالان مداین کیطرف
قصر ابیض مین اوترے اور زخم کا علاج ہوا جب شفا پائی تو امام حسن نے دیکھا کہ کوفیون
نے میرے پدر بزرگوار کے ساتھ کیا کیا تھا اور اب میرے ساتھہ کیا کرتے
ہین تو دل حضور کا اونکی طرف سے سرد ہوگیا اور ہمارے معظم و مکرم حضرت معاویہ
رضی اللہ تعالے عنہ سے چند شرایط کے ساتھ صلح کرلی پہر بہی لوگون نے چارون
طرف سے آپ کو بہڑکانا اور اوبہارنا شروع کردیا آپ لوگون کی ملامت کو بہی
خیال مین نہ لاکر معہ اپنے خدم و حشم مدینے چلے آئے۔
روایت ہے کہ ایک دن مدینہ مین علی بن بشر ہمدانی نے جناب امام حسن سے
عرض کی کہ اے ابن علی والی شام سے آپ کو صلح کرنا زیبا نہ تھا ارشاد ہوا کہ
خاموش ہم خدا کے خزانون کے خزانچی ہین نہ کہ سونے چاندی کے رکھوالے
بہید کی باتین ہم جانین یا خدا جانے دوسرا کیا سمجھہ سکتا ہے۔ مین نے جب

مجھے یقین تہا کہ اگر مین لڑائی پر تُل جاؤنگا تو سارے محبان اہلبیت میرے
اوپر اپنی جان تصدق کردینگے اور یہ بہی تجھے بخوبی معلوم ہے کہ کوفی جو میرے
لشکر مین تہے اونہون نے ہی میرے والد بزرگوار کو مارا ہے اور میری
بارگاہ لوٹی اور مجھے مجروح کیا اور خدا کی قسم اگر دنیا کے سارے بہار اور درخت
ساتھ لیکر بہی مین معاویہ سے لڑتا تو بہی مجھے اوس سے صلح کرنا پڑتی کیونکہ نانا
صاحب کا خواب تو جہوٹا نہین ہو سکتا۔
جب اس صلح پر تہوڑا سا زمانہ گذر گیا تو امراے شام نے مصلحت وقت اسمین
دیکہی کہ جناب امام حسن کو دنیا سے رخصت کردین اور اسی تدبیر مین مشغول
ہوئے پہلے تو بصرہ کے بدمعاشون کا ایک گروہ مقرر کردیا گیا اونہون نے راتکو
ملازمان امام حسن پر حملہ کیا اور اڑتیس آدمی آپکے مارڈالے باقی ملازمان نے
بہاگ کر حضور سے حال عرض کیا امام حسن کو شامیون کیطرف سے نقض عہد معلوم ہوا
آپنے مدینہ سے ابن عباس کو ساتھ لیکر دمشق روانہ ہوئے۔ جہان جاتے
آپکی خاطر مدارات ہوتی تہی یہانتک کہ موصل پہونچے وہان کا رئیس سعد موصلی
مختار کا چچا تہا اوسنے حضور کے آمد کی خبر سنکر دعوت کا سامان بہیجا اور آپکے
سامنے آکر قدمون پر گر پڑا۔ جب آپ دمشق مین وارد ہوئے تو جناب معاویہ
رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپنے عیاران بصرہ کی شکایات کے دفتر انکے
سامنے کہولے اور اپنی مرضی کے موافق جواب شافی پائے اور مدینہ منورہ چلے
آئے راستہ مین ایک گہرے دوست کے مکان پر موصل مین قیام ہوا اس
سے پہلے شامیون نے اوس شخص کو مال دنیا کا لالچ دیکر زہر قاتل کا شیشہ

عالم بیمار تو ہو گئے مگر اوسنے پورا اثر نہین کیا اور آپ کو اپنے میزبان کی بیوفائی بہی ثابت ہو گئی حضور نے کسی سے یہ حال نہ کہا لیکن سعد موصلی کو کسیطرح سے اسکی خبر ہو گئی اور اوسنے زہر دینے والیکو مروا ڈالا۔

القصہ جناب امام حسن رنجور و ملال ہو موصل سے مدینہ تشریف لے آئے۔اس زمانے مین مروان بن حکم والی مدینہ تہا بظاہر تو بڑی تعظیم و تکریم امام موصوف کی کرتا باطن مین اونکے ہلاکی کی تدابیر سوچتا رہتا تہا۔ایک دن ایک رومی عورت الیسونیہ نامی جو مدینہ مین دلالی کرتی تہی اور ہر گہر مین اوسکی آمدورفت تہی مروان کے پاس آئی مروان نے دریافت کیا۔ای الیسونیہ تو حسن ابن علی کے ہان بہی جاتی ہے اور اونکی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس سے بہی تیری جان پہچان ہے یا نہین۔الیسونیہ نے کہا ہان مین جاتی ہون اور جعدہ سے میری بڑی دوستی ہے۔مروان بن حکم نے کہا ایک راز کی بات ہے اوسے ہرگز ہرگز کسی پر ظاہر نہو نے دیجو۔ہزار دینار تجہکو دونگا اور بہت سامال و اسباب بہی نذر کرونگا اور سو دینار تو اب پیشگی دیتا ہون۔الیسونیہ نے اشرفیان جو دیکہین اور بہت سے اسباب و زر کا وعدہ سنا تو منہ مین پانی بہر آیا اور بولی جناب کیا مجال جو کسی پر آپکا بہید کہلنے پاوے مین بدل و جان آپکی خدمت مین موجود ہون مروان بولا میرا مطلب یہ ہے کہ جعدہ کا دل حسن کیطرف سے پہیر دے اور اوس سے کہہ کہ آوازہ تیرے حسن و جمال کا شام تک پہونچا ہے اور بادشاہ شام کے بیٹے

[illegible] یہ تیرا
تجویز کیجائیگی - الیسونیہ یہ سنکر شاہزادہ عالم کے دولتخانہ پر گیی - اتفاقاً امام حسن
اپنے بہائیون سمیت منزل عقیق کو تشریف لے گئے تہے اور جعدہ تنہا
گہر مین بیٹہی تہی کہ الیسونیہ آئی اور ادہر ادہر کی باتین کر کے جعدہ کو شیشے مین اوتار
لیا کیونکہ شیطان رجیم کے مکر کو کتاب کریم مین ضعیف لکہا ہے - ان کید الشیطان
کان ضعیفاً اور عورتون کے مکر کو قرآن مبین مین عظیم بتایا ہے - ان کیدکن عظیم
قصہ مختصر الیسونیہ نے اسما کو یزید پر فریفتہ کرہی دیا اور بادشاہی خزانون کی ہوا
اوسمین بہر گئی اور امام حسن کی محبت دیرینہ اوس نے فراموش کر دی -
جب مروان بن حکم کو معلوم ہوا کہ جادو چل گیا تو جعدہ یعنی اسما کو کہلا بہیجا کہ جب
تک امام حسن زندہ ہین تیرا مطلب حاصل نہین ہو سکتا مناسب ہے کہ اونہین
زہر دے اور تو یزید کے پاس چلی آ - جعدہ راضی ہو گئی اور شہد مین
زہر ملا کر جگر گوشۂ مصطفےٰ کو دیدیا - تمام رات حضور کو استفراغ رہا اور پیٹ کے
درد سے چین نہ آیا صبح ہوتے ہوتے آپ دار الشفا سے درد مندان یعنی روضہ
مقدس رسول اللہ پر گئے اور مزار انور سے منہ ملا شفا ہو گئی اور اپنے خاصے گہر
چلے آئے اور جعدہ سے بدگمان ہو گئے پہر اوسکے گہر نہ کچہ کہاتے تہے نہ پیتے
تہے بلکہ دونون وقت کا کہانا حضرت قاسم کی والدہ ماجدہ یا جناب امام حسین
کے گہر سے آتا تہا ایک دن پہر اسما کے پاس گئے وہ بولی اے سید جوانی مدینہ
کے نخلستان سے عمدہ عمدہ چہوہارے آئے ہوئے ہین آپ اونہین تناول
فرماوین تو میرا دل خوش ہو شہزادے نے اوسکی خاطر سے فرمایا کہ اچہا لے آ

دو چار کہا لینگے - اسما طبق مین سے آگی سادے تو آپ کہانے لگی اور زہر آلودہ
حضور کے آگے کردے آپ نے سات ہی جہوہارے تناول فرمائے ستے کہ
کلیجہ منہ کو آنے لگا دستکش ہوکر بہائی کے گہر چلے گئے اور رات بہر فریاد و زاری اور
کرب مین گذری صبح کو بہر روضہ مطہرہ پر حاضر ہوئے اور جد بزرگوار کی روحانیت
کی برکت سے شفا پائی اور جعدہ سے جاکر فرمایا کہ حب سے تیرے ہان مینے کل خرمے
کہاے ہین میرا عجیب حال ہو گیا ہے یہ سنکر جعدہ پریشان ہوئی اور عرض کرنے لگی
کہ اے سید مین تو بڑی حفاظت کے ساتھ طبق ڈہانک کے لائی ہتی اور خود بہی
حضور کے ساتھ کہانے مین شریک تہی نہ معلوم کیا معاملہ ہے - جناب امام
حسن خفا ہوکے چلے آئے اور بہائیون کو طلب کرکے فرمایا کہ اے عزیز مجہے دو
برس اس شہر مین ہوئے ایک دن تندرست نہین رہا اب میرا ارادہ ہے کہ دو
تین دن کے لئے موصل ہو آؤن آب و ہوا کی تبدیلی سے صحت ہو جائیگی - اور
دشمنون کی کید سے بہی چند روز کے لئے چہوٹ جاؤنگا -

پس ابن عباس اور چند خواص و خدم کو لیکر حضور موصل مین آئے اور یہ خبر شام
مین پہونچی دمشق مین ایک اندہا اہلبیت سے بڑی دشمنی رکہتا تہا اوس نے
جب سنا کہ امام حسن موصل آگئے ہین تو بولا کہ میرا دشمن حسن اور دشمن زادہ ہے
جبتک اوسے قتل نہ کرونگا مجہے چین نہ آئیگا اور اگر مین نے اوسے مار ڈالا تو
کسیکو مجہپر گمان بہی نہ ہوگا بہتر ہے کہ موصل چلکے اوس سے دوستی پیدا کرون اور اپنا
کام نکالون اسلئے ایک سنان زہر مین بجہوا کے بنوائی اور اوسے اپنے عصا
مین پوشیدہ کرلیا اور موصل پہونچکر جناب امام حسن سے نہایت خلوص عقیدت

اور خوب روتا مگر ہمیشہ یہی فکر تھی کہ کب موقع ملے کہ مین اپنا کام کرون اتفاقاً ایکدن
شاہزادہ عالم نماز پڑہکر مسجد سے باہر آ بیٹھے دایان پیر بائین پاؤن پر رکھے
ہوئے حاضرین سے باتین کر رہے تہے کہ وہ کور بے بصیرت بہی آگیا اور
شاہزادہ کو دعائین دیکر عصے کا سر احضور کے پاؤن پر رکھکر اس زور سے
دبایا کہ سنان کی نوک پاؤن مین چلی گئی۔ جناب امام حسن ایک آہ سرد بہر کے
زمین پر گر پڑے پیر اوسیوقت ورم کر آیا اور زخم سے خون جاری ہوگیا عبداللہ
ابن عباس اور دیگر اشخاص نے اندہے کو گرفتار کر لیا اور چاہا کہ مار ڈالین مگر
جناب امام حسن نے اوسے چہوڑوا دیا اور فرمایا کہ جیسا یہ ظاہر مین اندہا ہی باطن مین
بہی اندہا ہے اور قیامت کے دن اندہا ہی اوٹہایا جائیگا۔ پس حسب الحکم اوسکو
رہا کر دیا وہ جان چہوڑا کر ایسا بہاگا کہ پہر نظر نہ آیا اور حضرت امام حسنؑ پاؤن کے
درد سے فریاد کرتے تہے کہ مین دو چار دن کے لئے یہان دل بہلانے آیا
تہا یہان بہی اعدا اور اہل جفا مجہے آرام نہین لینے دیتے جہان جاتا ہون رنج و
بلا ہمقرین اور محنت و تکلیف ہمنشین ہین۔ جب جراح کو بلایا اوسے
دیکہتے ہی کہا کہ وہ لوہا جسکا زخم ہے زہر مین بجہایا تہا خدا خیر کرے۔ اسمین کچہ
شبہ نہین کہ اس زخم لگانیوالے نے قصداً زخم لگایا ہے۔ سعد موصلی نے
عرض کیا آپنے ناحق اندہے کو چہوڑ دیا وہ قرار واقعی سزا کے لائق تہا ارشاد
ہوا اسے بہائی وہ خود اپنے کئے کو بہگتیگا۔ چونکہ جراح مرد دانا تہا اوسنے
زہر کو عروق سے اچہا کہینچا کہ ذرا ہی اثر نہ رہا اور آپ [illegible]

اچھے ہوتے مگر خیر جواہان امام امام اوسیوقت سے اندہے کی تلاش مین تہے
چودہ دنتک برابر ڈہونڈہا مگر کہین پتہ نہ چلا پندرہوین دن علی الصباح دمشق کی
سڑک پر جاتا تہا کہ حضرت عباس ابن علی کے جو اوسوقت سعد موصلی کی ملاقات کو
جاتے تہے نظر پڑ گیا دیکہتے ہی غصے سے کانپنے لگے اور اوسیکا عصا چہین کر
اوسکے سر نجس پر ایسا مارا کہ پاش پاش ہوگیا اور غلامون سے فرمایا کہ اس بددین کا
سر کاٹ لو۔ اوسیوقت یہ خبر سارے موصل مین مشہور ہوگئی اور سعد معہ اپنے بہتیجے
مختار کے وہین آن پہونچا اور اوس کور دل کی لاش جلوادی۔
اسکے بعد امام حسن اوسیطرح مغموم وملول مدینہ چلے آئے اور اسما کے پاس آناجانا
ترک کردیا لیکن الیسونیہ ایکبار جواہرات کا ہار اور کچہہ پسا ہوا الماس جعدہ کے
پاس لائی اور کہا بیچارہ یزید تیری فرقت مین مراجاتا ہے نہ اوسے دن چین
ہے نہ رات آرام تو کوشش کرکے یہ الماس کا سفوف پانی مین حسن کو پلادے تو
تیرا پیچھا اون سے چہوٹ جاوے۔ جعدہ نے جب وہ ہار دیکہا اور یزید کے
عشق ومحبت کی کہانی سنی تو بڑی سرگرمی سے اپنے کام مین مشغول ہوئی ہرچند
کوشش کرتی تہی مگر موقع نہ ملتا تہا۔ آخر ش ۲۸ صفر شب جمعہ کو فرصت مل ہی گئی۔
سب سوتے تہے کہ جعدہ نے پانی کی اوس صراحی مین جو امام حسن کے سرہانے رکہی
تہی الماس کا سفوف گہولدیا۔ تہوڑی دیر کے بعد آپ جاگے اور جناب زینب کو
پکار کے فرمایا کہ بہن مین نے اسیوقت نانا صاحب کو خواب مین دیکہا میرے
مان باپ بہی ہمراہ تہے اور ہاتہہ بڑہا کر صراحی اوٹہالی اور ایک گہونٹ پانی پیا

جناب حسین کو بلایا اور گلے سے لگا کر فرمایا کہ بھائی الوداع اب قیامت کے دن
ملاقات ہوگی مین نے ابھی ابھی اس کوزہ سے پانی پیا تھا تمام کلیجہ کٹ گیا
جناب حسین نے کوزے کیطرف ہاتھ بڑھایا کہ اسمین سے ایک گھونٹ
مین بھی توپی کے دیکھون کیسا پانی ہے ۔ جناب امام حسن نے کوزہ اونکے
ہاتھ سے چھین کر زمین پر دے ٹپکا جہانتک پانی کا اثر پہونچا زمین جوش مین
آگئی اور پھٹ گئی ۔ حضرت امام حسن کے پیٹ مین شدید درد تھا اور زمین پر لوٹتے
تے آفتاب کے بر آمد ہوتے ہی آپ کو قے ہوئی اور جگر و احشا پارہ پارہ ہو کے
طشت مین آرہے ۔ ایک قول سے ستر اور دوسرے کے بموجب ایک سو
ستر ٹکڑے جگر کے اوس طشت مین گنے گئے تھے دن چڑھتے چڑھتے
جناب امام حسن کا رنگ سبز ہوگیا اور شام تک چہرہ مبارک پر خون
جھلکنے لگا دونون بھائی لپٹ گئے اور منہ ایک دوسرے سے ملنے لگے
اور ایک نے دوسرے کی جبین پر بوسہ دیا اور زار و قطار روے در و دیوار اور
احجار و اشجار سے رونے کی صدا آتی تھی ۔ پس وہ کونسا دل ہے جو اس واقعہ
جانگاہ سے بھر نہ آئیگا اور وہ کونسی آنکھہ ہے جو اس مصیبت پر خون نرو ئیگی
لہذا اگر ہم روتے ہین تو معذور ہین ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون
روئینگے ہم ہزار بار ہمکو کوئی ستائے کیون

نزع کے وقت جناب امام حسین نے پوچھا بھائی جان کچھہ تو فرمائیے آپ کا

امام حسین نے فرمایا مطلب تو یہی ہے۔ حضرت حسن بولے بھیا توبہ کرو گمان اور شبہ کا کیا اعتبار اگر میرا قیاس صحیح ہے تو مارنے والا خدا کے غضب مین گرفتار ہوگا اور اگر غلط ہے تو ایک بیگناہ میرے لئے مارا جائیگا جسکا خون میری اور تمہاری گردن پر ہوگا۔ فصل الخطاب مین حضرت خواجہ پارسا نے لکھا ہے۔ کہ امیر المومنین حسن کو چھ بار زہر دیا گیا پانچ دفعہ تو کچھ اثر نہوا چھٹی دفعہ کارگر ہوگیا اور جب امام حسین نے اون سے زہر دینے والے کا نام پوچھا تو فرمایا کہ بھائی میرے والد ماجد غماز نہ تھے میری ماں فاطمہ زہرا نے کبھی غمازی نہین کی۔ میرے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بے اعتدالی نامکن تھی اور نانی صاحبہ خدیجہ کبریٰ سے یہ بات کبھی سرزد نہ ہوئی پس مجھ سے اور میری اہلبیت سے بھی اسکی امید نہ رکھنا۔
اسکے بعد فرمایا کہ سب میرے پاس سے چلے جاؤ تخلیہ کردو اور اسما کو میرے پاس بھیجو جب خلوت ہوگئی تو اوس سے کہنے لگے کہ اے بانوے ناسازگار اور اے یار بیوفا وجفا شعار دیکھ مین نے اپنے بھائیون کو اور فرزندون سے تیرے کرتون کو چھپایا اور فیصلہ خدا کے ہاتھ چھوڑا ہے تجھے کچھ بھی شرم نہ آئی مین نے تیرا کیا بگاڑا تھا پھر اوسکی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا دور ہو خدا تیری مراد بھی پوری نہ کریگا۔ پھر جناب امام حسین کو پکارا اور فرمایا سب فرزندون اور بھائیون کو بلاؤ جب وہ آئے تو اونہین تقویٰ اور طاعت کی وصیت کی اور جناب قاسم کو بغل مین لیکر اپنا منہ اونکے منہ پر ملا اور روئے اور ہاتھ اونکا جناب امام حسین کے ہاتھ مین دیکر کہا کہ بھیا اپنی دختر کا نکاح قاسم سے کردینا

غیر ہوگیا اور فرمایا اے بہائی حسین مین اپنے بہائیون اور فرزندون کو تمہین سونپتا ہون اور تمہین خدا کے سپرد کرتا ہون آدہی رات تہی کہ کلمہ شہادت پڑہا آیہ کریمہ وما عند اللہ خیر للابرار درد زبان تہی کہ وان لہ عندنا لزلفی وحسن مآب کا علم بلند ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

بہائیون نے جنازہ لیجا کے جنت البقیع کے قبہ عباس مین اونکی دادی فاطمہ بنت اسد کے مزار کے پاس دفن کردیا۔ عمر شریف آپ کی ۴۶ سال سے کچہہ زیادہ تہی اور ایک روایت مین کچہہ کم ساڑہے ۴۵ سال لکہی دیکہی ہے وفات کی تاریخ ربیع الاول مین غرہ کے نزدیک یا پانچوین تاریخ یا ۲۰ صفر ۴۹ھ بتائی گئی ہے۔ سات برس آپنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش مبارک مین پرورش پائی اور تیس برس پدر بزرگوار کے ظل عاطفت مین رہے اور صرف آٹہہ برس کئی مہینے حفظ احادیث مین زندگی کی۔

روایت ہے کہ مراسم تعزیت کے بعد مروان بن حکم نے اپنے دل مین سوچا کہ حسین بن علی مرد غیور ہین ضرور اپنے بہائی کے قاتل کے درپے ہونگے اگر اسما نے اپنی جان کے خوف سے میرا نام بتادیا تو امام حسین مجہے زندہ نچہوڑینگے اور بنی ہاشم غدر کرینگے کہ جسکا فرو کرنا مشکل ہوگا اسلئے اسما سے کہلا بہیجا کہ بیٹی کیا کرتی ہے بہاگ امام حسین تجہے جیتا نچہوڑینگے۔ اسما مروان کے گہر چلی آئی اور مروان نے اوسے اپنے زرخلامون اور تین لونڈیون کے ساتہہ شام بہیجدیا اور خط مین لکہا کہ اس عورت کو ایسی جگہہ رکہنا جہان زندہ نہ رہ سکے ورنہ وہ فتنہ اوٹہیگا جو

تمام عرب اور شام کو معرض خطر مین ڈالیگا مگر اس سے پہلے امام حسن کے انتقال
کی خبر دمشق مین پہونچ چکی تھی چار دن طرف ماتم برپا تھا تین شبانہ روز یہی حال
رہا۔ جب اسما اور مروان کا خط پہونچا تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسما کو
بلاکے اوسکے مُنہ سے سارا حال سنا اور کہا کہ لعنت خدا کی تجھپر تجھے خدا سے
شرم نہ آئی اور اوسکے رسول سے نڈری اور جگر گوشہ رسول کو تو نے مار ڈالا
تو یزید کے ساتھ کیا کریگی خدا ایسی عورت سے بچائے۔ حکم ہوا کہ اسکے ہاتھ
پانو باندھکر سمندر مین ڈالدو۔

ایک روایت مین ہے کہ جعدہ کے زہر دینے کے بعد امام حسن چالیس دنتک
بیمار رہے پھر وفات پائی۔ جناب امام حسین نے خواب مین یہی دیکھا تھا
کہ میری دونون آنکھون کے درمیان قل ہو اللہ لکھی ہے آپ نے خواب کو
سعید بن المسیب سے بیان فرمایا اونہون نے تعبیر دی کہ آپ کی وفات کا زمانہ
قریب ہے۔

روایت ہے کہ وفات سے پہلے امام حسنؑ نے امام حسین سے کہا کہ مین نے
ام المومنین عائشہ صدیقہ سے اجازت لے لی ہے نانا صاحب کے روضہ
مبارک مین دفن کرنا مگر یقین ہے کہ نبی امیہ مجھے وہان دفن نہونے دینگے
کچھ مناذنہ ہو تو جنت البقیع مین دفن کردینا چنانچہ بعد وفات جنازہ حضور کا حضرت
عائشہ کے پاس لے گئے ام المومنین نے فرمایا کہ بہت مناسب ہے انہین
نانا ہی کے پہلو مین رکھو۔ جب یہ خبر مروان بن حکم کو پہونچی اوسے اہلبیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی دشمنی تھی اوس نے زبردستی وہان

مگر سعد بن العاص جو اوس زمانہ مین حاکم مدینہ تھے امام حسین کی اجازت سے نماز جنازہ پڑھائی۔

پڑھکر نماز شب کو جو سوئے شہ امم
زینب کو چونک کر یہ پکاری بصد الم
اسما نے پھر ملا دیا پانی مین آکے سم
بھینا ابھی گلے سے نبی کے لگے تھے ہم
رقت یہ تھی کہ اشکون سے تر روئے پاک تھا
محبوب کبریا کا گریبان چاک تھا

نانا گلے لگا کے یہ کہتے تھے بار بار
پھرتے تھے میرے گرد علی کو نہ تھا قرار
اے بیکس و غریب حسن مین ترے نثار
امان بلائین لیکے مری کر رہی تھین پیار
پوچھا جو مین نے آپکا کیون رنگ زرد ہے
رو کر کہا کہ آج کلیجے مین درد ہے

فرما کے یہ حسن نے اوٹھایا زمین سے جام
تھوڑا سا پانی پی کے پکارا وہ تلخ کام
بابا درست اوسکو جو تھا مہر کا مقام
ڈرتے ہین کہ کام ہمارا ہوا تمام
یہ کہتے کہتے زرد رخ پاک ہو گیا
چلا کے تھے کہ ہاے جگر چاک ہو گیا

دوڑین جناب زینب بیکس برہنہ پا
بولی یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا
دیکھا کہ لوٹتے ہین بچھونے پہ مجتبا
ہے ہے بہن نثار ہو بھیا کو کیا ہوا
کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلا دیا
کس نے مرے کلیجے پہ خنجر چلا دیا

[illegible] — بی کوئی دوا نہین وہ درد ہے بہن
لپٹی بہن گلے سے وہ بہائی کے خستہ تن — یہ بیقرار تہے کہ سنبہلتے نہ تہے حسن

در آیا تہا جو زہر جگر مین امام کے
جہکتے تہے بار بار کلیجے کو تہام کے

زینب نے جلد لاکے رکہی سامنے لگن — ہاتہون سے دل پکڑکے جہکے سرورِ زمن
آئی جو منہ تو کان جواہر بنا دہن — الماس کہا کے لعل اوگلنے لگے حسن

رنگِ زمردی کا سبب عیان ہوا
معراج کی حدیث کا مطلب عیان ہوا

فرماتے تہے حسن کہ بلاؤ حسینؑ کو — تہا دمبدم یہ حکم کہ لاؤ حسینؑ کو
بہائی کا حال زار سناؤ حسین کو — ٹکڑے مرے جگر کے دکہاؤ حسین کو

کہدو کہ جلد آئے رحلت کا وقت ہے
سن جائے کچہ آکے وصیت کا وقت ہے

فضہ نے جاکے دی شہ ذیجاہ کو خبر — دارِ فنا سے آپکے بہائی کا ہے سفر
دوڑے حسین چاک گریبان برہنہ سر — دیکہا تڑپ رہے ہین شہنشاہ بحر و بر

گرنے لگے زمین پہ جگر غم سے پہٹ گیا
پہیلا کے ہاتہ بہائی سے بہائی لپٹ گیا

عباس کو بلاکے کہا اے وفا شعار — چہٹین سے تمکو کرتا ہے شبیر دل سے پیار
اور تم بہی اونکے نام پہ سو جان ہو نثار — حاجت تو کچہ نہین ہے سفارش کی زینہار

بھائی کا اپنے دامن دولت نہ چھوڑنا

قاسم کو پیار کرکے کیا اسطرح کلام — اس گھر کے تم چراغ ہو روشن ہی تم سے نام
ہین برسر سفر تشنہ مظلوم صبح شام — کیجیو وہ کام جسمین رضامند ہون امام
پیارے شہید تیغ جفا ہو کے آئیو
فردوس مین چچا پہ فدا ہو کے آئیو

مجمل یہ تھا جو تمنے سنا آج میری جان — پہونچو گے کربلا مین تو ہو جائیگا عیان
لکھکر کچھ اپنے ہاتھ سے باچشم خونفشان — بازو پہ اوسکے باندہ کے پھر یون کیا بیان
اسکو سوائے وقت مصیبت نہ کھولیو
یہ حرز جان ہے بغیر ضرورت نہ کھولیو

تھا ایک شاہزادہ کمسن فرزند خورد سال — حاضر حضور شاہ مین تھا وہ بھی نونہال
ہاتون کو اوسکے چوم کے کرتے تھے یون مقال — اے آخری شہید خوشا تجھ پسر کا حال
نازک گلا ہے یان یہ تری دل سے بھائی ہین
حورین ابھی سے گود مین لینے کو آئی ہین

یہ کہتے کہتے غش ہوئے شاہ فلک جناب — غمگین تو تھے حسین ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روح احمد و زہرا و بوتراب — وا تھے برنگ دیدۂ نرگس جنان کے باب
تشریف خلد گوشۂ ذبیحگاہ لے گئے
جد و پدر جو آئے تھے ہمراہ لے گئے

ماتم کی اہلبیت رسالت مین تھی صدا — برپا تھا شور واحسنا وا محمدا
سادات کے محل مین اک حشر تھا بپا — بام فلک سے آتی تھی ہاتف کی یہ ندا

[illegible] جدا ہوئے
زہرا کے آج لعل و زمرد جدا ہوئے

غسل و کفن امام کو جب دے چکے امام اور جمع ہو چکے درِ دولت پہ خاص و عام
جسدم اوٹھا جنازۂ شہزادۂ انام کرتے تھے انبیائے سلف اپنا اہتمام
تھے شیث و نوح چاک گریبان کئے ہوئے
الیاس و خضر جاتے تھے کاندہی دیے ہوئے

جسدم جنازۂ پسر شاہ لافتا پہونچا قریب مرقدِ پیغمبر خدا
یہ دشمنون پہ مطلب شبیر کہل گیا یعنی قریب مرقدِ سلطان انبیا
زیب کنار شاہ رسل کے مزار ہو
منظور ہے کہ حق کو بہرگز نہ قرار ہو

ازبسکہ نسل فاطمہ سے تھا اونہیں عناد بس مستعد وہ ہو گئے سب بر سرِ فساد
محبوب حق کے روضہ پہ آئے بد نہاد بولے کہ پوری ہونے نہ دیوینگے یہ مراد
یہ گھر ہماری ملک کا ہے اور مال کا
حصہ نہیں ہے اسمین محمد کی آل کا

عباس نامدار کو بس آگیا جلال اور بھائی بند ہو گئے آمادۂ جدال
قبضونپہ ہاتھ رکھے تھے شیر خدا کے لال کہتے تھے ہمسے رکین کیا انکی ہے مجال
ان باغیون کے زور کو دم بھر مین توڑینگے
ہمسایۂ رسول خدا ہم نہ چھوڑینگے

تابوت پر جو آنے لگے تیر ناگہان آمادۂ نبرد ہوئے شاہ انس و جان

[illegible]

جنبش ہین اس الم سے محمدؐ کی قبر ہے
اے شیر حق کے لال یہ ہنگام صبر ہے

زخمی کہین نہ ہو لے سرِ شبیرؑ آہ
اک بہائی کو تو قتل کیا دشمنون نے آہ
ہم بیکسونکا اب وہی وارث وہی ہے شاہ
کچہ اونپہ تنگی تو یہ گھر ہو گیا تباہ

اب تو حسنؑ سے تابہ قیامت جدائی ہے
ہے ہے یہی جہان مین مرا ایک بہائی ہے

رو کر بیان کرتی تہی یان زینب حزین
مہرِ سپہرِ دین ہوا پنہان تہ زمین
وان لیگئے بقیعہ مین تابوتِ شاہ دین
رو یا لپٹ کے قبر سے زہرا کا نازنین

محشر بپا تہا نالہ و فریاد و آہ سے
ہفتاد تیر نکلے تہے تابوت شاہ سے

بہائی کو دفن کرکے وہ شاہ فلک سریر
اور نکلے بہی قتل کرنیکو درپے ہوئے شریر
روضہ پہ مصطفےٰ کے ہوئے جلوہ گر شبیرؑ
آمادہ سفر ہوا کونین کا امیر

راحت کا اوس شرف کے نقشہ بگڑ گیا
آباد کربلا ہوئی یثرب اوجڑ گیا

ذکر جناب امام حسین علیہ السلام و سبب عداوت یزید پلید

مدارج النبوۃ مین لکہا ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم
سوال کرو اللہ سے تو میرا وسیلہ دیکر۔ لوگون نے پوچہا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ

اور کسیکا بہی وسیلہ دیا ارین فرمایا میرے اہلبیت اور صحابہ کا دیا لہ وہ افضل ترہین
تمام مخلوق سے نزدیک اللہ کے۔

روایت ہے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ سے کہ
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک خیمے کے اندر تکیہ لگائے بیٹھے تہے اور آپکے
پاس حضرت علی اور حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت حسن اور حسین بیٹھے تہے اور جملہ
جان نثار خیمہ کے باہر کہڑے ستہے اوسوقت آپنے باواز بلند فرمایا ای مسلمانو
مین صلح کرونگا اوس سے جو اہل خیمہ سے صلح رکہیگا اور لڑونگا اوس سے جو
لڑیگا ان سے دوست ہون اوسکا جو دوستی رکہیگا ان سے اور انکو وہی
دوست رکہیگا جو محبت رکہیگا مجہہ سے اور خدا اپنے سے۔ ای محبان اہلبیت
ذکر کرنا اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث نجات ہے۔

ارباب تواریخ نقل کرتے ہین کہ عداوت یزید کو امام عالیمقام سے اس سبب سے
تہی کہ حضرت عبد المناف کے دو لڑکے جڑے ہوے پیدا ہوئے اور پیشانی ان
دونون کی جڑی ہوئی تہی اور تمام جسم علحدہ تہا عبد المناف کے دونون لڑکونکا
نام ہاشم اور امیہ تہا لوگون نے ہر چند کوشش کی لیکن پیشانی جدا نہوئی
ناچار مشورہ کرکے تلوار سے دونون کی پیشانی جدا کردی اُس زمانے مین ایک
بڑے عالم تہے عرب مین اونہون نے کہا کہ تم نے برا کام کیا جو تلوار سے
انکی پیشانی کو جدا کیا اب ہمیشہ اون کی پشت در پشت اولاد مین تلوار
چلا کریگی۔ چنانچہ بنی ہاشم اور بنی امیہ مین بہی خوب تلوار چلی۔ پہر بنی ہاشم

نام اونکا حرب رکھا حضرت عبد المطلب اور حرب مین بھی خوب تیغ زنی ہوئی
حضرت عبد المطلب کے لڑکا پیدا ہوا نام ابو طالب رکھا اور حرب کے لڑکا پیدا ہوا
نام اونکا ابو سفیان رکھا ابو طالب اور ابو سفیان مین خوب تلوار چلی پھر
ابو طالب کے لڑکا پیدا ہوا نام اونکا علی رکھا اور ابو سفیان کے لڑکا پیدا ہوا
نام اونکا معاویہ رکھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین اور امیہ معاویہ مین خوب
تلوار چلی پھر حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لڑکے پیدا
ہوئے نام پاک اونکے حسنؑ اور حسینؑ رکھے گئے اور امیہ معاویہ کے لڑکا
ناخلف پیدا ہوا نام اوسکا یزید پلید رکھا پس یزید نے بسبب اوسی عداوت
کے جو دائمی چلی آتی ہے حضرت حسینؑ کے ساتھ جنگ و جدال کر کے دونون
شہزادون کو شہید کرادیا۔
روایت ہے کہ ٦٠ھ مین آٹھہ دن رجب کے باقی تھے کہ شہر دمشق مین
امیر معاویہ یعنی یزید پلید کے باپ نے انتقال فرمایا اور یزید بجائے اپنے
باپ کے تخت سلطنت پر بیٹھا اور تمام ملک اہل اسلام پر اپنا تسلط کیا
اور ہر ایک شہر و ولایت مین اپنی بیعت کے نامے لکھے چنانچہ ایک
نامہ ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کو اس مضمون کا لکھا کہ امیر معاویہ نے وفات پائی
اور سلطنت تمام میرے قبضہ مین آئی سو تمکو تاکید لکھا جاتا ہے کہ اس فرمان
کے دیکھتے ہی امام حسین علیہ السلام و عبد اللہ بن عمر و عبد الرحمن بن ابی بکر اور عبد اللہ
بن زبیر سے بہت جلد میری بیعت لو اور اگر وہ کسیطرح کا حیلہ و بہانہ کرین تو فورا
اونکا اور اون کے ساتھیون کا سر کاٹ کے میرے پاس بھیجدو

فرمایا کہ اے ولید یزید فاسق و بدکار زانی اور شرابخوار ہے مین ہرگز اوسکی

بیعت نہ کرونگا جب آپ نے اوسکی بیعت سے انکار فرمایا اور اوسکو خبر

پہونچی کہ حسین علیہ السلام میری بیعت سے انکار کرتے ہین تب تو پے

درپے آپ کے واسطے خطوط ولید کو بہیجے اور کوفہ والون کو بہی بہکایا کہ

کسی صورت سے حسین ابن علی کو کوفہ مین بلاکر شہید کرڈالو چند خطوط کوفیون

کے بہی آپ کے پاس آئے اس مضمون کے کہ آپ جلد کوفہ مین تشریف لائے

تمام لوگ آپ کا دیدار دیکہنے کا اشتیاق رکہتے ہین پہر ایک روز ولید نے

آپ کو بلایا اور عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ حضور کے قتل کے خطوط متواتر

چلے آتے ہین مین بہت حیران ہون آپ نے فرمایا اے ولید تقدیر الٰہی

مین کسیکا چارہ نہین تو یہ خط مجھکو دے کہ ناناجان کے روضہ منورہ پر جاؤن

اور تمام حال اونکو سناؤن ولید نے تمام خط آپ کو دیدئے شب کو آپ

روضہ انور پر آئے اور سلام بجالائے اور قبر مبارک سے لپٹ کر اسقدر

روئے کہ بیہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو کلیجہ کو ہاتہون سے تہام کر درد دل

اسطرح سنانے لگے ؎

ای ناناکے روضہ مرا گہر ہوتا ہے ویران	ای قبر حسین آجکی شب ہے ترا مہمان
کل صبح مری منزل آخر کا ہے سامان	کل روح مرے ناناکی ہوویگی پریشان

اے قبر مین دکھ پاؤنگا پردیس مین جاکر
تو شق ہو تو نانا سے لپٹ جاؤن مین آکر

عرض کرنے لگے کہ بارالٰہ العالمین اب تو صدقہ رسول اللہ کا میرے دلکی
مراد پوری کر دے ؎

پھر ہاتھ اوٹھا کر یہ سوے قبلہ سنایا
وہ صبر مجھے دے جو کسی نے نہو پایا
اس قبر کے صاحب کی قسم تجھکو خدایا
نانا کہین اسنے مری امت کو بچایا

وہ حلم عطا کر تو حسینؑ ابن علی کو
سب مجھکو ستائین نہ ستاؤن مین کسی کو

ایخداوندا حسین کی تمنائے دل یہ ہے جو تجھسے دست بستہ ہوکر عرض کرتا ہے۔

تن وہ دے کہ جو زخم تری راہ مین کھاوے
دل وہ دے کہ جو سینہ پہ قاتل کو بٹھاوے
سر وہ دے کہ جو کٹ کے تری راہ مین آوے
لب وہ دے کہ ترنکے نہ کبھی پیاس کا لاوے

دنیا سے جو اے خالقِ قیوم اوٹھون مین
مظلوم کا فرزند ہون مظلوم اوٹھون مین

جناب باری مین یہ چند کلمے عرض کرکے اسقدر روے کہ بیہوش ہوکر زمین پر گر
پڑے جب ہوش ہوا تو روضہ رسول اللہ کے سامنے بادب کھڑے ہوے
اور عرض کیا کہ نانا جان آپنے مجھے تنہا چھوڑا میری غمخواری سے منہ موڑا
امان جان نہین کہ اونہین سے درد دل کہون بابا جان نہین جنکے زیر سایہ عافیت
رہون اور بہائی غمخوار کو بھی آپنے بلا لیا اپنے آغوش ناز مین سلا لیا اب
میری بیکسی پر کون کڑھے میری بے بسی پر کسکا دل دکھے اے نانا جان
کیا آپنے اسی دن کے لئے پالا تھا۔ غرض اسیطرح رات بھر روتے رہے

گئے اور الوداع و الفراق کہتے کہتے بیخود ہو گئے روتے روتے روضۂ منورہ پر
سر رکھدیا اور رکوفیون کا حال عرض کرنے لگے

بلاتے کوفی ہین تو دیکھو مین چلا نانا
دعا کرو کہ ہو حافظ مرا خدا نانا
تمھارے مرقدِ انور سے ہو جدا نانا
تمھاری امت عاصی یہ فدا نانا

مدینہ چھوڑ نہین آپ سے مین جاتا ہون
لٹا کے اپنا وطن کربلا بساتا ہون

رخ کیا شہ نے سوئے قبر شہنشاہ انام
نقل زہرا ہو گئے قبر کے نزدیک امام
بہر تسلیم جھکے مقبل آداب سلام
عرض کی آیا ہی آج آخری رخصت کو غلام

یہ مکان ہم سے اب اے شاہ زمن چھٹتا ہے
آج حضرت کے نواسے سے وطن چھٹتا ہے

آپکی قبر منور سے بچھڑنا ہے ستم
موت در پیش ہے پر اٹھتے نہین اسجا قدم
کیا قلق ہوگا جو یاد آیا مدینہ جدم
نانا صاحب مجھے جینے نہین دینے کا یہ غم

دیکھئے کونسی بستی کو بسانا ہوگا
پھر کے اس قبر پہ اب کاہے کو آنا ہوگا

پردہ دن ہی کہ پردے بھی نہین چھوڑ ینگے گہر
ساتھ بچھونگا ہے اے بادشہ جن و بشر
مجھکو درپیش ہے ان روز نہین آفت کا خطر
ہے کہین قتل کا سامان کہین لٹ جانیکا ڈر

تنگ جینے سے ہون پاس اپنے بلالو نانا
اپنی تربت مین نواسے کو چھپالو نانا

دیکھتے ہین کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مع فوج ملائکہ تشریف فرما ہین اور فرزند کے سکو زانوے مبارک پر رکھکر فرما رہے ہین کہ ای بیٹیا حسین اب قریب ہے کہ میری امت کے لوگ کربلا مین بلا کر بھینہہ تیرون کا برسا کے تمکو شربت شہادت پلائینگے اور پھر بھی میرے شفاعت کی امید رکھینگے - اے بیٹیا حسین پیارے میری آنکھون کے تارے چند روز تمکو دنیا مین رہنا ہے درد و دکھ سہنا ہے پھر گلا کٹا کے مرتبہ شہادت پاؤگے اور جلد ہمارے پاس آؤگے -

یہ خواب دیکھتے ہی چونک پڑے مگر لطف خواب جب یاد آتا تھا پھر تو دن بدن عشق دیرینہ بہڑکا کلیجہ پھڑکا کھان کی بھوک کمان کی پیاس جی بیچین چہرہ اداس آخر کار جمعہ کی رات چوتھی شعبان سنہ ۶۰ھ مین مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو کوچ فرمایا اور سب اہل و عیال اور جان نثار اپنے ہمراہ لئے جب آپ مکہ معظمہ مین پہونچے بقیہ شعبان اور رمضان شوال ذیقعدہ یہ تمام مہینے امن و امان سے گذرے اور اہل مکہ آپ کے ساتھ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے ۵

غافل نہو درود سے بس اہی زبان پاک قربان ہی جان احمد مرسل پہ جان پاک	دکھلادی فیض چشمہ کوثر دہان پاک جھکتا ہی عرش دیکھکے وہ آستان پاک

کاٹین زبان کو پوچ اگر بے محل چلے
سجدہ کی جاے ہےیہ نہ قلم سر کے بل چلے

راوی لکھتا ہے کہ جب یہ خبر کوفیون کو پہونچی کہ امام حسین مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ مین تشریف لے آئے ہین قریب ڈیڑھ سو خطوط کے آپ کے پاس اس مضمون کے بھیجے کہ یزید پلید بلا مشورہ اہل اسلام کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے اور سنا ہے کہ آپ سے بھی بیعت طلب کرتا ہے۔ ہم تمام اہل کوفہ آپ کے فرمانبردار ہین جہان آپ کا پسینہ گرے اپنا خون گرانے کو تیار ہین اور یزید کی خلافت سے بیزار ہین آپ کی محبت کے طلبگار ہین جلد تشریف لائے اور اپنا جمال باکمال دکھائے کہ آپکے ہاتھ پر بیعت کر کے دشمنون سے مقابلہ کرین اور خدا اور رسول کو درمیان دیتے ہین قرآن مجید ہاتھ مین لیتے ہین آپ بہت جلد قدم رنجہ فرمائے۔ جب یہ امر اکوفیون کا حد کو پہونچا آپ نے مصمم ارادہ کوفہ کا فرمایا اور خوش ہو کر سینہ پر ہاتھ رکھا اور کہا الحمد للہ کہ اب زمانہ شہادت کا قریب آیا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو بڑے بڑے صحابہ مکہ معظمہ مین تھے آپکو سب سمجھاتے تھے کہ کوفی دغاباز ہین آپ کے والد بزرگوار اور برادر کے ساتھ کیا سلوک کیا آپ ہرگز کوفہ نجائے ہم لوگون کا کہنا عمل مین لائے پھر یہ مشورہ ٹہرا کہ پہلے آپنے چچا زاد بہائی مسلم بن عقیل کو روانہ فرمائے اگر اہل کوفہ اپنے عہد و پیمان پر قایم رہین تو پہر آپ تشریف لیجائین

حضرت مسلم کی شجاعت و شہادت کا بیان

راوی لکھتا ہے کہ حضرت مسلم کو امام عالیمقام نے اس مضمون کا ایک خط

باعث خوشنودی کا ہوا بالفعل مسلم بن عقیل اپنے چچا زاد بھائی کو نایب کرکے
تمہارے پاس روانہ کرتا ہون اگر تم لوگ اپنے قول پر ثابت رہے
اور مسلم نے تمہارے خیر خواہی اور جان نثاری کی مجھے اطلاع دی تو
مین فوراً عزم کوفہ کا کرونگا۔ حضرت مسلم مکہ سے مدینہ منورہ مین پہونچے
اور مسجد نبوی مین نماز پڑہی اور اپنے دونون لڑکون کو کہ صغیر سن تھے اور
باپ بن رہ نہین سکتے تھے ہمراہ لیا اور کوفہ روانہ ہوے۔
المختصر بدقت تمام بڑی محنت اور جانفشانی سے کوفے مین پہونچے اور مختار بن
عبیدہ کے مکان پر اوترے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر تمام اہل لشکر کوفہ حاضر
ہوئے آپنے وہ نامہ حضرت امام حسین کا پڑہکر تمام لوگون کو آواز بلند سنایا
سب لوگ آپ کی تابعداری مین مصروف ہوے اور دن بدن آدمی بڑہتے
جاتے تھے اور حضرت مسلم کے ہاتھ امام حسین علیہ السلام کی بعیت کرتے
جاتے تھے اور اپنا جان ومال آپ پر قربان کرتے تھے چالیس ہزار آدمی کے
قریب جب بعیت مین آئے پھر تو حضرت مسلم نے امام عالیمقام کو ایک نامہ
اس مضمون کا لکھا کہ یا ابن رسول اللہ اہل کوفہ اپنے عہد وپیمان کے موافق
دل وجان سے حاضر ہین اور ہر روز میرے ہاتھ پر آپ کی بعیت کیے جاتے
ہین چنانچہ آجتک چالیس ہزار آدمی میری تابعداری مین مصروف ہین اور
آپ کے دیدار وقدمبوسی کی کمال آرزو رکھتے ہین آپ دیکھتے ہی اس خط
کے جلد تشریف لائے اور اپنے مشتاقون کو اپنا جمال باکمال دکھلائے
اور پھر قاصد خط لیکر امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا ادھر

نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو خبر پہونچی کہ تمام کوفہ مسلم کا تابعدار ہو گیا ہے اوسنے
تمام لوگون کو دہمکایا اور یزید کے خوف سے ڈرایا اور چند جاسوسون نے
تمام حال کوفہ کا لکہکر یزید پلید کو ملک شام کو روانہ کیا اس حال کے
سنتے ہی وہ مردود غصہ ہوا اور حاکم بصرہ کو کہ نام اوسکا عبید اللہ ابن زیاد
تہا ایک نامہ لکہا کہ نعمان بشیر کو مین نے معطل کیا اور بجاے اوسکے
تجہکو سلطنت کوفہ کا مالک کیا تو اسیوقت دو ہزار فوج لیکر کوفہ کو جا اور تمام
جماعت حضرت مسلم کی پریشان کر دے کیونکہ کوفے والے مسلم کے
تابعدار ہو گئے ہین اگر ملک عراق ہمارے ہاتہ سے جاتا رہا تو تمام سلطنت
مین رخنہ پڑ جائیگا۔ الغرض ابن زیاد معہ دو ہزار سوار جنگی کے کوفہ مین
پہونچے جب کوفہ کے دروازے کے قریب پہونچا تہا کسیقدر رات باقی
تہی نعمان بن بشیر نے فوج کو دیکہکر خیال کیا کہ شاید حسین علیہ السلام تشریف
لائے ہین دروازہ کے کوٹہے پر چڑہکے کہنے لگا کہ یا ابن رسول اللہ آپ
کسی اور طرف تشریف لیجائے آپکے یہان آنے سے فساد برپا ہوگا
کہ اتنے مین ابن زیاد نے آواز دی کہ اے نعمان آج سے تو معطل ہوا اور
بجاے تیرے یزید کیطرف سے مین حاکم مقرر ہوا اور دروازہ کہول۔ وہ دم بخود
ہو گیا اور دروازہ کہولدیا۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد نے تمام کوفہ والون کو دہمکایا
اور یزید کے خوف سے ڈرایا اور حضرت مسلم کی تمام جماعت کو پریشان کر ڈالا
شام تک چالیس ہزار آدمیون مین سے فقط پانچسو آدمی باقی رہ گئے۔

پیسے یا پیو آدمی تھے اور جب سلام پھیرا تو ایک بھی نہ تھا۔

روایت ہے کہ جب آپ مسجد سے چلے تو ایک عورت نیک انجام طوعہ نام کے گھر مین تشریف لائے اور کہا کہ اے مادر مہربان ہم پیاسے ہین تھوڑا سا پانی پلا سکتی ہے طوعہ نے کہا بیٹھ جاؤ پانی پلاونگی اور جو کچھ میرے گھر مین موجود ہے کھلاؤن گی۔ پس وہ بی بی پاکدامن پانی لائی اور کچھ کھانا بچون کو کھلایا جب بچے کھانا کھا چکے اور آپ پانی پی چکے طوعہ نے کہا کہ ہمیں اس شہر مین بلوا ہو رہا ہے۔ بسبب حضرت مسلم کے تم یہان سے چلے جاؤ کسی مسافر کے ٹھہرنے کا حکم نہین ہے۔ آپ نے فرمایا اے مادر مہربان میری جان تجھپر قربان ہم پردیسی ہین راہ بھول گئے ہین ان ننھے ننھے بچون کے سبب سے تجھکو مسلمان صاحب ایمان دیکھکر تیرے مکان پر آگئے تھوڑی جگہہ دے تو شب بھر یہان پڑ رہین اپنی ساری مصیبت تجھے سنائینگے صبح کو چلے جائینگے اور عوض ٹھہرنے کے تجھکو اللہ سے بخشائینگے بہشت مین اپنے جد امجد محمد الرسول اللہ کے ساتھ تجھے جگہہ دلوائینگے۔ آہ غم ہجران بھائی حسین کا سہا نہین جاتا بے نام لئے رہا نہین جاتا طوعہ نے کہا آپ کا کیا نام ہے۔ اس شہر مین کیا کام ہے جو آئے ہو آپ نے فرمایا ای طوعہ غمزدون کا حال کیا جانے۔ ستم کشیدہ محنت رسیدون کو کیا پہچانے گی جب طوعہ نے بہت اصرار کیا ناچار آپ نے تمام ماجرا کہہ سنایا پس آپ کا نام سنتے ہی طوعہ بہت خوش ہوئی اوسیوقت گھر مین لیجا کر فرش مکلف پر بٹھایا اور بنہایت تعظیم و تکریم سے بہت خوش ہوئے آپ کی بیکسی اور

نماز عشا قضا ادا کی اور شکر و ثناے پروردگار عالم کی کر کے سو رہے رات کو
بیٹا طوعہ کا جو چیلہ محمد بن اشعب کا تھا گھر مین آیا اور ماں کو ایک مہمان
عظیم الشان کی خدمت مین مصروف پایا - بیٹے نے کہا اے ماد رآج آپ کا
کیا حال ہے کہ کبھی گھر مین جاتی ہو اور کبھی باہر آتی ہو اپنے حال سے مجھے بھی
آگاہ کرو راز مخفی سے خبر دیجئے مجبورا طوعہ نے بیٹے کی بلائین لین اور قسمین
دیکر کہا - اے بیٹا آج حضرت مسلم کا قدم ہمارے گھر مین آیا ہے سعادت
نیک جانکر انکو چھپایا ہے اس راز پوشیدہ کو کسی پر ظاہر نہ کیجیو وہ سنکر چپ
ہو رہا گھر مین جاکر سو رہا صبح ہوتے ہی اپنے آقا محمد بن اشعب کے پاس آیا
اور سارا ماجرا حضرت مسلم کا کہہ سنایا محمد بن اشعب اوسوقت ابن زیاد بد نہاد
کے پاس گیا اور سارا ماجرا بیان کیا ابن زیاد بد نہاد نے کوتوال شہر کو اور
محمد اشعب کو معہ تین سو سوارون کے طوعہ کے مکان پر بھیجا اور سارا مکان
اوسکا محاصرے مین لے لیا -
روایت ہے کہ جسوقت یہ خبر حضرت مسلم نے پائی رگ ہاشمیت جوش مین آئی
دونون انگوٹھون کو دہن چھوڑ کر زندگی سے ہاتھ دھو کر مسلح ہو کر شمشیر بران
ہاتھ مین لے کر باہر تشریف لائے اور شیر کے مانند نعرہ بر دو خروج اشقیا کے
یہ سخن زبان پر لائے کہ اے ملعونون اس دغا بازی کا مزہ تمکو چکھاتا ہون
پس تلوار کو میان سے باہر کیا اور فرمایا -

قہر و غضب اللہ کا ہے کاٹ نہین ہے
کہتے ہین اسے موت کا گھر گہاٹ نہین ہے

یہ تیغ وہ ہے سیل فنا کہتے ہین جسکو
بارہ اسکی وہ آفت ہے بلا کہتے ہین جسکو

یہ برق وہ ہے قہر خدا کہتے ہین جسکو
منہ اسکا وہ منہ ہے کہ قضا کہتے ہین جسکو

جاتی نہین بے جان لئے جب آتی ہے سر پر
ثابت نہین ہوتا ہے کہ کب آتی ہے سر پر

روایت ہے کہ جسوقت آپ تلوار لیکر حملہ فرماتے تھے دس پانچ شقی کو برابر کاٹ گراتے تھے جدہر قدم دہرتے تھے خوف سے زمین ہلتی تھی اور کسی شقی کو آپ پر حملہ کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی ایک دم مین سیکڑون کو واصل جہنم فرمایا۔

دم مین اثر قہر الٰہی نظر آیا
جس صف مین زرہ پوش سپاہی نظر آیا

دوزخ کیطرف قافلہ راہی نظر آیا
چو رنگ وہین صورت ماہی نظر آیا

بہاگے تھے ہوا خوف سے شمشیر دو دم سے
بجلی ہی نہ لہراتی تہی دامن مین علم کے

اس تیغ نے چلنے مین عجب ناز دکہائے
کیا منہ تہا کہ جرأت کوئی جانباز دکہائے

کٹ کٹ گری بجلی بہی وہ انداز دکہائے
شمشیر ید اللہ کے انداز دکہائے

مارا جسے دو ٹکڑے وہ مردود جدا تہا
حصہ تہا برابر کوئی کم تہا نہ سوا تہا

گردہال مین ڈوبی کبہی تلوار سے نکلی | در آئی جو پیکان مین تو سوفار سے نکلی

جانبازون کا یہ حال تہا شمشیر کے ڈر سے
جسطرح ہرن بہاگتے ہین شیر کے ڈر سے

غل تہا کہ یہ تلوار نہین قہر صمد ہے | یہ معرکۂ ضیف کا یا جنگ احد ہے
خیبر مین لڑا جو وہ اسی شیر کا جد ہے | یہ بیشۂ ضرغام الٰہی کا اسد ہے

دبتے ہین نہ ہٹتے ہین نہ جہکتے ہین کسی سے
جب رن پہ چڑہے پہر کہین رکتے ہین کسی سے

روایت ہے کہ تمام اشقیا مارے خوف کے کانپنے لگے دم بخود ہو کر ہانپنے لگے اوسوقت آپ نے تلوار آبدار کو میان مین کیا اور کوفیون کو فرمایا کہ اگر تم لوگون مین کوئی قبیلۂ قریش مین سے ہو تو میرے پاس آوے تہوڑی وصیت میری سن جاوے بعد میرے اوسے عمل مین لاوے ناگاہ دیکہا آپ نے عمر ابن سعد کہڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اے پسر سعد بباعث قرابت یہ چند وصیتین تجہکو کرتا ہون۔ اول یہ کہ فلانے کوفی کا میرے ذمہ اتنا قرض ہے اور اوسکی ادائی میرے ذمہ ہے سو میرے ان سب ہتہیارونکو جو میرے ساتہ ہین اور میرا گہوڑا جو فلان شخص کے مکان پر بندہا ہے بیچ کر قرض ادا کر دینا۔ دوسرے مین یقین کرتا ہون کہ تم لوگ مجہکو شہید کروگے اور میرا سر یزید کے پاس بہیجوگے تو میری لاش کو جہان سنا سب جاننا دفن کر دینا۔ اور تیسرے یہ کہ میرے شہید ہونے کے بعد مکہ مین بہائی حسین کے پاس میری

[illegible]

ہون تو یلیث جاوین کو غیون کے خطون پر فریب نہ کہاوین ۔ یہ چند کلمے وصیت کے آپ نے فرمائے کہ چارو نطرف سے آپ پر حملہ کیا گیا ۔ پہر دوبارہ آپ نے تلوار آبدار میان سے نکالی اور فوج اشقیا کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مردودو یاد رکہو ؎

کچھ بس نہ چلیگا جو یہہ تلوار چلیگی
تہم جائیگی اکبار تو سو بار چلے گی

سر اوڑینگی آندہی دم پیکار سے چلے گی
برسیگا لہو آج وہ تلوار سے چلے گی

میدان سے کہین بہاگ کے جانا نہ ملیگا
دم لینے کا دنیا مین ٹہکانا نہ ملے گا

پہر جو آپ نے تیغ زنی شروع کی تو صدہا بیدینون کی لاشین پڑ گئین ۔ یہ حال دیکہکر محمد بن اشعب کے پاس ابن زیاد نے کہلا بہیجا کہ اگر لڑائی سے نقصان معلوم ہوتا ہے تو امان کا دہوکا دیکر پکڑ لو ۔ پس ابن اشعب نے جناب مسلم سے کہا کہ تم ناحق لڑتے ہو اور اپنی جان عزیز کہوتے ہو امیر کوفہ تمہین امان دیتا ہے چلو مین اپنے ہمراہ تمکو اسکے پاس لے چلون وہ تمکو مدینے پہونچا دیگا ۔ حضرت مسلم نے جواب دیا اب مجہے تمہاری امان نہین چاہیے جو میری تقدیر مین ہے ہو جائیگا ۔ یہ فرما کر پہر جو آپ نے حملہ کیا تو تلوار کی یہ حالت تہی کہ ؎

اب میان سے تلوار عجب ڈہنگ سے نکلی
لینے کے لیے جان صف جنگ سے نکلی

غل تہا کہ گل فتح کی بو رنگ سے نکلی
وہ سر یہ سوار ان کے گرے تنگ سے نکلی

ہٹ ہٹ کے صدا موت نے دی فوج ستم کو
اب خیر نہیں آؤ مرے ساتھ عدم کو

اوس تیغ سایہ سے کہا شاہیون کو گھیر
جلاّے جلا کر وہ یعنی مشعلِ سمتِ شمشیر
سایہ نے کیا گھیر کے سب کو زبر و زیر
اندھیر ہے اندھیر ہے اندھیر ہے اندھیر

یہ کہتی تھی بھولے گی نہ جیدا او تمہاری ہے
جلاو مین سنتی نہین فریاد تمہاری

کبھی رگِ جان تیغ نے ریشہ کو نچھوڑا
بے جان لئے شیرون کے بستہ کو نچھوڑا
پہونچے یہ جو وہ پہونچی تو تیشے کو نچھوڑا
پر ظالمون نے ظلم کے پیشہ کو نہ چھوڑا

سر کٹ کے گرے پاؤن اوٹھانے لگے ظالم
آنکھ اکیطرف جان چرانے لگے ظالم

نکلی کبھی شکلِ مہِ نو چرخ کہن سے
سن سن جو چلی فوج کا جی ہو گیا سن سے
گہ زیر زمین چھپ گئی پردہ کیا رن سے
سر ہو گئے گردن سے جدا روح بدن سے

یہ وصف اوسی تیغ غضبناک مین دیکھا
گہ غرقِ زمین اور کبھی افلاک مین دیکھا

مستانہ یہ جو جھکی تو بغل سے نکل آئی
بجلی کیطرح فوج دغل سے نکل آئی
جان ڈر کے تنِ زشت عمل سے نکل آئی
دریا مین جو تیری تو جبل سے نکل آئی

ہلتی تھی زمین گاو زمین کانپ رہی تھی
ساتھ اوسکے جو پھرتی تھی اجل ہانپ رہی تھی

[illegible]

گہ زین پہ گہ باگ پہ اور گہ لب تنگ	گہ رنگ لیا گاہ لعینون کا دل تنگ

بل کہاتی تہی گہ اژدر خونخوار کے مانند
اعدا کے گلے مین تہی کبہی ہار کے مانند

گہ راست گہے چپ تہی گہے تحت گہے فوق
گہ مردونپہ گہ زندونپہ جاتی تہی بصد شوق
اعدا کے گلے مین کبہی ہیکل تہی کبہی طوق
بجلی کیطرح کونادنے اور روندنے کا ذوق

دریا مین کبہی گاہ بیابان مین چمکی
جا کر کبہی نیزون کے نیستان مین چمکی

تہا تیغ کی گرمی کا ازبسکہ نرالا
گر سنہ کو برے سے کسی ظالم نے نکالا
سایہ جو پڑا خود پہ وہ بنگیا چہالا
فوراً ادہ ہوا تیغ شتر دم کا نوالا

تلوار کے پرتو جو ہر اک سمت پڑے تہے
سرتن پہ نہ تہے اور بدن تن سے کہڑے تہے

تہی خونپہ پڑی تیغ تو تیغین ہوئین آری
آری ہوئین تیغین تو شتر ہوئے عاری
عاری ہوئے ناری تو ہوا سر اونمین بہاری
بہاری ہوئے جب یہ تو سبک ہوگئے ناری

ناری تہے سبک اس سے کہ سر دور تہا تن سے
سر دور تہا تن سے تو قدم اوٹہتے تہے رن سے

المختصر جب مسلم نے سیکڑون کو واصل جہنم کیا جب اشقیا نے اپنی جانبری نہ دیکہی تو پتہر برسانے لگے اونکی ضرب سے تن نازنین چور چور ہو گیا اور خون کے فوارے ہر زخم سے جاری تہے حضرت مسلم یاس کی حالت مین مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے یون کہنے لگے ۔ اے جگر گوشہ رسول خدا اے نور دیدہ

ہون اب تو آپ اس بہائی کی ہی خبر ہے مجہے بلکیں وہ لے یارکوفیان جفا
شعار نے تیغ و سنگ سے مجروح کر دیا ہے مین حق وکالت ادا کر چکا اب خدا
نے چاہا تو قیامت کے دن حضور سے ملونگا۔ اتنے مین ایک ظالم بجیا نے
تاک کر ایک پتہر حضرت مسلم کے منہ پر مارا کہ ہونٹ کٹ گئے اور دانت
ٹوٹے اور خون سے ڈارہی رنگین ہوگئی کبہی رومال سے ڈارہی پونچہتے تہے کبہی
دشمنون کی ضرب کا جواب دیتے تہے جب زخمون کی کثرت سے جسم مبارک
مین جان نہ رہی اور طاقت طاق ہوگئی تو تلوار آگے رکہہ کے ایک دیوار کے
سہارے سے بیٹہہ گئے۔ ناگاہ بکر بن عمران نے ایک تلوار حضرت مسلم
کے منہ پر ایسی ماری کہ لب کٹ گئے اوسی ردی حالت مین آپ نے زبان تیغ
سے ایسا جواب دیا کہ وہ ملعون سیدہا اسفل السافلین پہونچا اوسوقت پیاس
سے جناب مسلم کی جان لبون پر تہی جس سے مانگتے تہے وہی انکار کر دیتا تہا آخر
اوسی ضعیفہ یعنی طوعہ نے بہزار دقت وکوشش ایک کٹورہ پانی لا کے
دیا جونہی آپ نے اوسے لبون سے لگایا دانت منہ سے کٹورے مین آرہے
اور پانی خون سے سرخ ہوگیا۔ حضرت مسلم نے وہ پیالہ طوعہ کو پہیر دیا اور فرمایا مجہے
اب دنیا مین پانی پینے کا حکم نہین ہے حوض کوثر پر جا کر پیونگا۔ یکایک پیچہے سے
ایک شقی نے آکر ایسا نیزہ لگایا کہ جناب مسلم بن عقیل زمین پر گر پڑے اور ایک
گروہ اشقیا نے چارون طرف سے آکے گہیر لیا اور گرفتار کر کے ابن زیاد کے
پاس لے گئے وہ بدنہاد بہت خوش ہوا اور سر اوسکا تن سے جدا کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٭

جب سید یا حضرت مسلم نے شہادت پائی کوچہ بکوچہ ابن زیاد بدنہاد نے منادی کرائی کہ دو فرزند مسلم کے ہمراہ مکہ معظمہ سے کوفہ مین آئے ہتے جو کوئی تلاش کر کے لائیگا انعام بحساب پائیگا اور جو کوئی اونکو اپنے گہر مین چہپائیگا اوس کا گہر لوٹا جائیگا اور سزا پائیگا۔

اس منادی کے سنتے ہی تمام شہر مین تلاش ہونے لگی دو نون شہزادے قاضی شریح کے گہر مین پوشیدہ تہے اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی قاضی اپنی آنکہونمین آنسو بہر لایا اور دونون لڑکونکو گلے لگایا اور کہا اے بچو اب تم ہی حضرت مسلم کی نشانی ہو ثمرہ باغ زندگانی ہو خدا تمکو دشمنون سے بچائے اور ساتہہ خیریت کے مدینہ منورہ پہونچائے دو نون مظلومون نے جو قاضی کو روتا ہوا پایا خود بہی رونے لگے اور بلند ہو کر یون چینے لگے اے قاضی ہمارا باپ کہان ہے جلد ہمکو ابا جان کے پاس پہونچا دے یا پتہ بتا دے کہ ہم خود ہی چلے جاوین قاضی نے رو کر کہا ؎

اے بچو باپ تمہارا گیا گردن مارا	کہون کس منہ سے کہون کہنے کا یارا نہین مجہکو

پس جسوقت خبر شہادت پدر بزرگوار کی دو نون یتیمون نے پائی اسقدر روئے کہ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ اسحالت کو دیکہکر قاضی گہبرایا گلاب پاش لایا اور ہاون پر چہڑکا جب ہوش آیا پانی طلب کیا قاضی نے پانی پلایا اور فرمایا اے بچو تم گہبراؤ نہین مین ابہی تمکو مدینہ طیبہ کو پہونچائے دیتا ہون۔ اوسوقت پچاس دینار سرخ دو نون کی کمر سے باندہے اور اپنے لڑکے اسد کو

ہے ان دونون معصومون کو کسی معتبر شخص کے ہمراہ ہوشیاری سے کر دینا
وہ بلا خوف و خطر دونون کو اونکے مادر مشفقہ کے خدمت مین پہونچا دیگا
پسر قاضی دونون کو ہمراہ لیکر دروازہ عراق پہ آیا ناگاہ قافلہ کوچ کر چکا تھا
اور دور سے جاتا ہوا نظر آتا تہا قاضی کے لڑکے نے کہا دوڑ کر جاؤ اور
جلد قافلہ سے ملجاؤ یہ تو راہ بتا کر مکان کو واپس آیا ادہر قضاو قدر نے اور ہی
ماجرا دکھایا کہ رات کا وقت تہا دونون راہ بھول گئے تمام رات راہ چلے مگر
جب صبح ہوئی تو اپنے تئین اوسی دروازہ عراق پر پایا کوتوال بدخصال گشت
کرتا ہوا اوسطرف آیا اور دونون کو روتا ہوا پایا اور پکڑ کر ابن زیاد بد نہاد کے
پاس لایا اوسنے دونون کو قید خانہ مین بھجا بیچارے مصیبت کے مارے
روتے تھے لیکن کوئی اونکی فریاد کو نہ پہونچتا تہا اور داروغہ قید خانہ کا مشکور
نام بہت دوستدار اہلبیت اطہار کا تہا دونون کو گلے لگا کر خوب
رویا اور تسلی و تشفی کی باتین کرنے لگا پانی پلایا کہانا کہلایا اور اپنے ہمراہ
لیکر قادسیہ کی راہ پہ آیا اور اپنی انگوٹھی بطور نشانی دیکر کہا کہ تم دونون وہان
میرے بھائی کو تلاش کر لینا وہ تمکو بے خوف و خطر مدینہ منورہ پہونچا دیگا۔
غرض دونون ستم رسیدہ تمام رات چلتے چلتے تہک گئے تقدیر بگڑی ہوئی تھی
راہ بھول گئے جب دن نکل آیا اپنے پیرون کو دیکہا کہ آبلے پڑ گئے تھے اور ان
تلوون مین کانٹے گڑ گئے تھے پہر تو شفقت پدری اور مادری کی یاد کر کے رونے
لگے زمین پر مچہلی کیطرح تڑپکر جان کہونے لگے اور دونون ننہے ننہے ہاتہ

دوپہر ہو گئی ان کانٹون پہ چلتے چلتے

بابا ہوتے تو ہمین گود مین لے کر چلتے

جب رونے سے فرصت پائی تو بڑے بہائی نے چہوٹے سے کہا کہ بہیا ایسا نہو کہ کوئی ظالم ہمکو دیکہہ لے اور گرفتار کرکے لیجاوے بہتر ہے کہ یہ باغ خرمے کا جو سامنے نظر آتا ہے وہان چلکر چپ رہین اندہیری رات ہے کل صبح کو مدینہ کی راہ لینگے پہر اوس باغ مین چشمے کے کنارے ایک پرانے درخت کی جڑ مین جو اندر سے خالی تہی پانی پیکر زندگی سے ہاتہہ دہو کر دست و بغل ہو کر چپ رہے۔

روایت ہے کہ جب صبح ہوئی کچہہ دن چڑہے ایک لونڈی مشکی لیکر اوس چشمے پر آئی عکس صورت اون دونون ماہ طلعت کی چشمے مین دیکہکر گہبرائی اور اسطرح زبان پر لائی۔

این صورت زیبائے تو در آب روان دید

بیخود شد و فریاد بر آورد کہ ماہ ہے

پہر جب درخت کی طرف نظر دوڑائی تو دیکہا کہ دو بچے ننہے ننہے درخت کے درمیان باخوف و ہراس بر خاستہ خاطر اور نہایت اداس بیٹہے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہین اور چپ چاپ رو رہے ہین مگر کسی ڈر سے آہ سرد دل پر درد سے بہر رہے ہین لونڈی دوڑ کر درخت کے قریب آئی اور پوچہا کہ اے بچو تم کس باغ کے نونہال ہو کیون اسقدر بے حال ہو ذرا زبان کہولو سنہ سے

تمام سرگذشت کہ سنائی اوسکو رحم آیا ایک کو کاندہے پر ایک کو گود مین
اوٹہایا اور اپنی بی بی کے پاس آئی دونون بچون کو لائی اور تمام ماجرا سنایا۔
بی بی اوسکی اہلبیت اطہار کے نام پر فدا تہی اس خوشی مین اوس لونڈیکو
آزاد کردیا پہر کمال شفقت سے دونون یتیمون کو دعائین دیکر بلائین لیکر
پیار کیا اور اپنے ہاتہ سے کہانا پکا کر کہلایا اور ایک مکان علیحدہ مین
مظلومون کو سلایا رات کو اوس بی بی شوہر جو کہ فرزندان مسلم کی تلاش مین تہا
تہکا ماندہ آیا اور کہانا زہر مار کر کے سرشام سے سو رہا جب قریب آدہی رات
کے گذری بڑے بہائی نے جسکا نام محمد تہا چہوٹے بہائی ابراہیم کو جگایا
اور کہا کہ اے بہائی اوٹہو اوٹہو کپڑے پہنو تیار ہو جاؤ اب ہماری اور تمہاری
باری ہے مین نے ابہی ابہی باباجان کو خواب مین دیکہا ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیدنا علی شیر خدا اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی
عنہا کے ساتہ باغ جنت مین سیر کر رہے ہین اور ہم دونون بہائی
بہی کہڑے ہین مقام تعظیم وادب پڑہ رہے ہین حضرت رسالتماب
نے ہمارے باباجان سے فرمایا کہ اے مسلم تم تنہا ہمارے پاس آئے
اپنے دونون لڑکون کے واسطے فرمایا کہ اونکو وہین چہوڑ آئے۔ عرض کیا
حضور وہ دونون بہی عنقریب مرتبہ شہادت پاتے ہین کل تک انشاءاللہ
حضور کی خدمت بابرکت مین آتے ہین بعد اسکے چہوٹے بہائی نے
بڑے بہائی سے کہا کہ مین نے بہی یہی خواب دیکہا ہے۔ پس اے بہیا

خنجر فراق پدر سے دل تو ٹرزے پرزے تہا مگر اب تن کی بہی باری ہے
بہائی صاحب ہمین تو زندگی سے موت پیاری ہے اب یقین کامل ہوا
کہ ہماری تمہاری بہی اشقیا گردن مارینگے اور جلد شربت شہادت پیکر باغ
جنت کو سدہارینگے مگر نہ معلوم کہ امان جان کا کیا حال ہوگا ہمارے غم مین
روتے روتے اپنی جان کہوتی ہونگی۔
یہ کہکر ایک بہائی دوسرے بہائی کے گلے مین ہاتہہ ڈالکر اسقدر چلا کر روے کہ حارث
کمبخت کی آنکہہ کہل گئی عورت کو جگایا اور پوچہنے لگا کہ آج گہر مین کون روتا ہے
عورت اوسکے جاگنے سے ڈر گئی اور کچہہ جواب نہ دیا اوس مردود نے خود چراغ
جلایا اور جس گوشہ مین یہ دونون یتیم رہ رہے تہے وہان آیا دیکہا کہ یہہ
دو ننہے ننہے بچے آپس مین دست و بغل ہوکر رو رہے ہین پوچہا کہ تم کسکے
فرزند ہو یہ اوس گہر کو جاے پناہ سمجہے ہوے تہے بولے کہ فرزندان مسلم
مظلوم ہین باپ کی جدائی مین بہت مغموم ہین۔ یہ سنکر حارث کمبخت اپنے
دل مین بہت خوش ہوا کہ گہر بیٹہے دل کی مراد ملگئی۔ بس صبح ہوتے ہی دونونکا
ہاتہہ پکڑا اور باہر لایا خود بہی گہوڑے پر بیٹہا اور اون دونونکو بہی بٹہا کر فرات پر لایا۔

ہوتے ہین بہت رنج مسافر کو سفر مین	راحت نہین ملتی کوئی دم آٹہہ پہر مین
سو شغل ہون پر دہیان لگا رہتا ہے گہر مین	پہرتی ہے سدا شکل عزیزون کی نظر مین
سنگ غم فرقت دل نازک پہ گران ہے	اندوہ غریب الوطنی کاہش جان ہے
گو راہ مین ہمراہ بہی ہو راحلہ و زاد	جاتی نہین افسردگی خاطر ناشاد

جب عالم تنہائی مین آتا ہے وطن یاد
ہر گام پہ دل شکل جرس کرتا ہے فریاد
اک آن غم و رنج سے فرصت نہین ہوتی
منزل پہ بھی آرام کی صورت نہین ہوتی

ہر دم دل نازک پہ مسافر کے ہین سو غم
تر رہتے ہین اشکون سے سدا دیدۂ پرنم
تھمتا ہی نہین قافلۂ اشک کوئی دم
ہوتا ہے عجب صاحب اولاد کا عالم
بابا کو تو فرزندون کے چھٹنے کا الم ہے
والد سے جدائی ہو تو بچون پہ ستم ہے

ہون ساتھ جو بابا کے تو یاد آتی ہے مادر
مادر ہو تو یہ غم ہے کہ بابا نہین سر پر
منزل مین سحر کرتے ہین بستر پہ تڑپ کر
اور ادھر نکلے بھی اشک آنکھون سے تھمتے نہین دم بھر
پردیس مین کچھ نکرا و نہین دشمن کی امان ہو
جن بچون کے سر پہ نہ تو بابا ہو نہ مان ہو

بچے بھی وہ بچے جو کبھی نکلے نہ گھر سے
مان جنکو نہ اک آن جدا کرتی تھی بر سے
نے راہ سے آگاہ نہ ایذائے سفر سے
وہ چھٹ گئے کوفہ مین بھی بچھڑے ہی پدر سے
زخمی تبر و تیر سے جب ہوگئے مسلم
بیٹون کی تباہی کیلئے روتے تھے مسلم

جب لے گئے کوٹھے پہ لعین قتل کی خاطر
رونے لگا گردن کو جھکا کر وہ مسافر
منہ سے تہ خنجر یہی نکلا دم آخر
فرزند محمد کا خدا حافظ و ناصر
روتے تھے علی فاطمہ سر ننگے کھڑی تھی
تھا نیزہ پہ سر لاش تہ بام پڑی تھی

جب قتل ہوا ایلچی سید والا
کوئی نہ یتیمون کا رہا پوچھنے والا
بچون پہ عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
تھے ننھے سے سینے مین کلیجے تہ و بالا
گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گرد یتیمی سے اٹے تھے

پردیس مین معصومون کا دشمن تھا زمانہ
نے بیٹھنے کی جا تھی نہ رہنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روز سے کھایا تھا نہ کھانا
تقدیر مین غم کھانا تھا یا اشک بہانا

سمے ہوئے آپس مین یہی کہتے تہے رو کر
ساتھ آئے تہے افسوس چلے بابکو کہو کر

پاس اونکے اگر ہوتے تو کچہہ کام ہی آتے
ہم بنتے نشانہ جو لعین تیر لگاتے
پانی تو بہلا سینہ مین دم مرگ چواتے
کاندہے ہون یہ سیر باپ کے لاشہ کو اوٹہاتے
کیا جانیے رن مین بہی کیا رنج و محن ہین
کاٹے بہی گئے یا ابہی محتاج کفن ہین

مظلوم کی تربت کا پتہ اب بہی جو پائین
تعویذ مزار پدر آنکہون سے لگائین
رخصت کے لئے قبر پہ روتے ہوئے جائین
سر پیٹ کے فریاد کرین اشک بہائین
پالا تہا ہمین باپ نے چہاتی پہ سلا کر
قرآن بہی نہ ہم پڑہ سکے ہا قبر پہ جا کر

تقدیر نے امان کی اگر شکل دکہائی
اور قتل کی بابا کے خبر اونکو سنائی
پوچہینگی جو سر پیٹ کے اور دیکے دہائی
بچو کہو والد کی کہان قبر بنائی
گردنکو جہکائے ہوئے خاموش رہینگے
تربت بہی تو دیکہی نہین کیا مان سے کہینگے

ہمسا بہی زمانے مین نہ ہوگا کوئی مجبور
تیجہ تو کرین باپ کا اتنا نہین مقدور
دار وہین دہان رحم کا جسپا نہین دستور
مان دور پدر دور چچا دور وطن دور
کس سے کہین کس سن چہوٹے ہین اور رنج بڑے ہین
بابا کے تو مرنے سے قیامت مین پڑے ہین

ایک ایک لعین کوفہ مین دشمن ہے ہمارا
اک دوست تہا بابا کی سو وہ دنیا سے سدہارا
بیٹہین کہین چہپ کر نہین اتنا بہی سہارا
غربت مین ہمین باپ کے مرجانے نے مارا
اک دم مین یقین ہے کہ تہ تیغ یہ سر ہین
جب دوست نہ بابا کا بچا ہم تو پسر ہین

یہ کہتے تہے اور روتے تہے وہ ہجر پدر مین
تصویر اجل پہرتی تہی دونون کی نظر مین
تہا زور منادی کا یہ ہر راہگذر مین
بیٹون کو نہ مسلم کے چہپائے کوئی گہر مین
بتلادے کسی حجرہ مین گر بند ہین دونون
حاکم کے گنہگار کے فرزند ہین دونون

معصوم جو تھے کوئی رحم انپہ نہ کہائے — تھانے مین تو پکڑے ہوئے دربار مین لائے
انکون کی کوئی منت و زاری نہ بچائے — دانا وہ ہے جو گوہر عزت کو بچائے

جسنے اونہین پنہان کیا گہر اوسکا لٹیگا — مر جائیگا پر قید سے جیتا نہ چہٹیگا

شہر اسکے سنے سب نے منادی کا یہ مذکور — ہے شہر کے دروازے سر شام سے معمور
دشمن جو علی کے تھے وہ تھے خرم و مسرور — جو دوست تھے حیدر کے وہ تھے عاجز و مجبور

باتین اونہین معصومون کی ہوتی تھین گہر گہر — منہ ڈہانپے ہوئے بیبیان روتی تھین گہر گہر

کیا دور ستم چرخ نے بچون کو دکہایا — ہے ہے نہ بچا سر پہ نہ ماں باپ کا سایہ
سات آٹھ برس کا تو سن اور دیس پرایا — جانین نہ بچینگی کسی دشمن نے جو پایا

کچہ بس نہیں کسطرح کوئی آہ بچائے — بچو تمہین پردیس مین اللہ بچائے

لوگون کے گہرون مین تو یہی گریہ و زاری — اور ڈہونڈہتے پہرتے تھے اونہین کو ستمگاری
ناکے پہ لعین کہتے تھے اگر کتنی بار رہی — ہشیار خبردار اگر جان ہے پیاری

احکام ہین حاکم کے خلل آنے نہ پائے — ناکے سے کوئی چہپکے نکلجانے نہ پائے

ہر ناکہ پہ تھا حکم یہ اون دونون کی خاطر — دربار مین غل تھا کہ کرو جلد اونہین حاضر
اور پہر رہے تھے سفیر ان دو مدینہ کے مسافر — کوئی نہ مددگار رہا تھا نہ حافظ و ناصر

پہرتی تھی اجل ساتہ جدہر جاتے تھے دونون — جب بہی کہٹکتا تھا تو ڈر جاتے تھے دونون

ناکے کے بلک آہی پہنچے وہ دونون جگر افگار — جو دیکہہ لیا اونکو کسی شخص نے اکبار
چلایا کہ بس آگے قدم رکہیو نہ زنہار — جاتے ہو کہاں بہاگ گئے ہم آہی پہنچے خبردار

سنتے ہی اس آواز کے گہبرا گئے دونون — ستاپا قدم ہیبت سے تہرا گئے دونون

افسوس کہین امن کی جا ہم نے نہ پائی
مشکل ہے بہت موت کے پنجہ سے رہائی

آتے ہی رسن اب جو یہان تانینگے ستمگر
منت بہی کرینگے تو نہ مانینگے ستمگر

یہ کہتے ہی جو آن ہی بہو بچے وہ جفا جو
بچونپہ اوٹہاتا تہا طمانچہ کوئی بدخو
اور باندہ لیئے رسی سے ان دونون کے بازو
کہتا تہا کوئی لے چلو کہینچے ہوئے گیسو

وہ کہتے تہے ہم دام بلا مین تو پہنسے ہین
بازو کہو پہر کسلیئے رسی سے کسے ہین

جاتے تہے جو روتے ہوئے وہ نازونکے پالے
جلادون مین معصومون کو تہے جان کے لالے
بازار مین بیتاب تہے سب دیکہنے والے
تکتے تہے ہر اک کو کہ ہمین کوئی بچالے

حال اپنا اشارے سے جتاتے تہے کسیکو
رسی سے بندہے ہاتہہ دکہاتے تہے کسیکو

یہ بچے اونہین لیکے جو وہ ظالم سر دربار
تہا تخت مرصع پہ مکین حاکم غدار
خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار
دہشت سے لرزنے لگے بچونکے تن زار

بیٹہے ہوے سب کرسیونپر جو بڑے تہے
رسی سے بندہے سامنے معصوم کہڑے تہے

معصومون سے یون کہنے لگا ظالم ملعون
صدمے سے ہوا حال یتیمون کا دگرگون
اس ہبلگنے کی اب کہو کیا تمکو سزا دون
تہرا کے یہ کہنے لگے وہ بیکس و محزون

ہان قتل ہی کرنیکے سزاوار ہین ہم بہی
بابا بہی گنہگار گنہگار ہین ہم بہی

بولا کوئی معصوم ہین یہ بیکس و دلگیر
ہیبولسے اندام نہین لایق تعذیر
دہشت کے سبب کانپتے ہین رنگ ہے تغیر
نادان ہین کم سن کچہ انکی نہین تقصیر

طاقت ہے کہان بہاگ کے جائینگے کہو
بہولے ہین اب ڈہونڈتے پہرینگے پدر کو

چپ ہوگیا وہ دشمن دین سر کو جہکا کر
کر قید انہین حجرۂ تاریک مین جاکر
زندان کے نگہبان سے کہا پاس بلا کر
سنیو نہ جو منت بہی اشک بہا کر

دیکھو نہ خبردار مرے کا انہیں کھانا
یہ سحر بیان کبھی باتون پہ نہ جانا
گرمی مین بھی ٹھنڈا انہین پانی نہ پلانا
بازو نہ کھلین رسی سے جبتک نہ تو آنا

دشمن کے ہین فرزند اذیت انہین دیجو
کپڑے بھی بدلنے کی نہ فرصت انہین دیجو

اسطرح کے حجرے مین ہوئے یہ ماہ لقا بند
دن بھر رہین یہ ایک ہی زنجیر مین پابند
جس حجرے کے رخنہ بھی ہون بند اور ہوا بند
اور رات کو ہو ایک جدا ایک جدا بند

سرکو در و دیوار سے ٹکراکرین دونون
آپس مین گلے ملنے کو ترساکرین دونون

یہ سنکے انہین لیگیا زندان کا نگہبان
اک حجرے مین قیدی ہوئے دونون مہمان
گھٹنے لگا جو دم تو یہ چلائے وہ نادان
در کھولدو ورنہ ہمین تن سے چلی جان

بھاگینگے نہ ہرگز ہمین زندان سے نکالو
اک طوق ہی ڈالو تو دونون کو پہنا دو

دروازے سے ٹکرائے بہت سر کو وہ ناشاد
مادر کو بھی چلائے پدر کو بھی کیا یاد
بچون کی کسی نے نہ سنی زاری و فریاد
کب کھولتے ہین طایر پربند کو صیاد

بیتاب تھے اسطرح وہ چھٹنے کی ہوس مین
جون تازہ گرفتار پھرکتا ہو قفس مین

تاریک وہ حجرہ تھا مثال شب ظلمات
مرقد کے اندھیرے کو بھی اوس گھر نے کیا مات
معلوم نہ ہوتا تھا کہ کب دن ہوا کب رات
سہمے ہوئے وہ روتے تھے آنکھونپہ دہرے ہات

تھی ہیبت یہ تصور وصل مین تنہائی کی صورت
بھائی کو نہ آتی تھی نظر بھائی کی صورت

ہر صبح یہ معمول تھا منہ اشکون سے دہونا
دیکھا نہ کبھی خواب مین بھی چین سے سونا
اودھر ادھر تڑپنا کبھی پہنا کبھی رونا
ہر رات کو خاک اوڑھنا اور خاک بچھونا

جز شکر خدا منہ سے نکچھ کہتے تھے دونون
رکھکر تہ سر ہاتھ کو سو رہتے تھے دونون

جا بیٹھے دروازے کے نزدیک وہ گلفام	دیتا وہ نہیں دو روٹیان اور پانی کے دو جام
تھا خوف بہت ظالم اعظم کے غضب سے	اور شاہ تھے سلام اوسکو وہ کرتے تھے ادب سے
کہنا وہ کہان اور کہان وہ نارون کے پاس لے آپس مین ہی کہتے تھے وہ گیسوون والے	رو دیتے تھے جب حلق مین پہنچتے تھے نوالے قسمت کبھی دشمن پہ بھی یہ وقت نہ ڈالے
پانی بھی تو جی بھر کے نہین ملتا ہے بھائی	یہ سخت ہے روٹی کہ گلا چھیلتی ہے بھائی
سمجھاتا تھا چھوٹے کو بڑا بھائی یہ رو کر دیکھو تو نہ سر پہ ہے پدر اور نہ مادر	موقع نہیں شکوے کا کرو صبر برادر تھوڑا ہے کہ یہ بھی ہمین ہوتا ہے میسر
قسمت سے زیادہ ہمین یہ نان جوین ہے	منہ اپنا تو اس کھانے کے قابل ہی نہین ہے
ایسے بھی بہت ہین جنہین ملتا نہین دانا بھائی ہے خدا مالک و مختار دو تو انا	پینے کو جو پانی ہو تو ملتا نہین کھانا کچھ ایک سا رہتا نہین دنیا مین زمانہ
جو موت آئی تو اس قید مین مر جائینگے بھائی	جیتے ہین تو یہ دن بھی گذر جائینگے بھائی
چھوٹے نے کہا سچ ہے بجا آپکا ارشاد ہمسا تو زمانہ مین ہوگا کوئی ناشاد	بھائی بشریت سے ہے یہ نالہ و فریاد چھوٹے بھی تو ہونگے نہ کبھی رنج سے آزاد
یعقوب نے جدائی سے رلایا تھا پسر کو	ہم قید سے چھٹکر ہی نہ پائینگے پدر کو
گذرا جو اسیطرح اونہیں قید مین اک سال تن خشک ہوے زرد ہوئے سر کے بڑے بال	تھا دونون کا افراط نقاہت سے عجب حال خم ہوگئے کاہش سے مہ عید کی تمثال
تن ضعف سے کمزور وہ لاغر ہوئے دونون	رخ زرد مثال ورق زر ہوئے دونون
یون کودکی مین ضعیفی سے لگے پیر	سر چھاتیون پہ جھک گئے حالت ہوئی تغیر

رونق بھی خزان ہو گئی ہستی کے چمن کی
بستر سے نمایاں تھین گرہین تختہ بدن کی

تھی نرگس سا جن آنکھون کو رہا ننگ
جون مردم بیمار نقاہت سے ہین وہ تنگ
رخسارونکا وان نازونکے پاؤنکا یہ تھا ڈھنگ
جسطرح عرق کھینچے ہوئے ہیونکا ہو رنگ

جو گورے گلے مثل قمر نور فشان تھے
وہ ہار کے حلقون مین گریبان کے عیان تھے

ناخن تھے مہ نو سے جو بالاے انامل
سو منہ مین ڈھڈھ کے ہوئے وہ مہ کامل
اعضا مین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل
تھے ضعف کی تصویر وہ دکھ درد کے حامل

بیٹھے تھے جہان ضعف بٹھا جاتا تھا انکو
اوٹھنے کے تصور مین غش آجاتا تھا انکو

کاہیدہ تھے مثل تن مدقوق تن زار
ہر موے بدن جسم پہ تھا کوہ گران بار
پر کہتا تھا جو جسم الست سے دق تھے وہ گرفتار
معلوم یہ ہوتا تھا کہ برسون کے ہین بیمار

باقی تھا فقط تار نفس سینے کے اندر
اک بال ہے جسطرح سے آئینے کے اندر

تعطیل غذا امید کا دکھ باپ کا ماتم
گھل گھل کے برس دن مین عجب ہو گیا عالم
ہو گا ہی گھٹا تار ہے بھائی سے ہر دم
فریادرسی کون کو ن کرے کس سے کہین ہم

افسوس یونہی عمر چلی جاتی ہے بھائی
نہ قید سے چھٹتے ہین نہ موت آتی ہے بھائی

یون کہتا اس غم نے ہین گور کنارے
ہٹی نہ وطن کی تھی نصیبون مین ہمارے
بیٹھے ہین مگر موت کے آثار ہین سارے
مرجائین تو مرقد مین ہمین کون اوتارے

ویسا کوئی بیکس کوئی مظلوم نہ ہوگا
مرنا بھی کسی شخص کو معلوم نہ ہوگا

کیا ہو گئی شوکت جب والد ذیجاہ
دیکھو تو کہ اب ان بھی ہمین بھول گئین آہ
کیا ہو گیا ہے خون زمانے کا سفید آہ
اب اور دن کی الفت سے ہماری نہین کچھ چاہ

کہتے تھے جو تھا ہوا قفل در زندان
بہو بیٹے نے کھڑے ہو کے کہا با تن لرزان

اور دینے لگا آب و غذا وہ نگہبان
ہم تجھکو دعا دیتے ہین اے مرد مسلمان

پینے کو نہ پانی نہ غذا چاہتے ہین ہم
کچھ حال سنے تو تو کہا چاہتے ہین ہم

جو تو نے دیا شکر کیا اور وہی کھایا
بہر کی جو بہت پیاس تو اشکون سے بجھایا

جی بہر کے اگر پانی نہ پایا تو نہ پایا
شکوے کا گلہ اپنی زبان پہ نہین آیا

واقف ہے کہ کھانا کبھی دن بہر نہین مانگا
سونے کے لئے رات کو بستر نہین مانگا

گذرا ہے برس روز ہمین خاک پہ سوتے
جلاد کے ترے ڈر سے نہین رانکو روتے

پانی نہ ملا اتنا کہ کرتون کو تو دہوتے
قیدی کی چھٹے اگر یہ رہا ہم نہین ہوتے

ہمسے ترا سردار عبث بر سر کین ہے
کچھ جرم نہین ہے کوئی تقصیر نہین ہے

تو رحم کر اے شخص کہ بیجرم و خطا ہین
اوسکے ہین شکش مین غریب الغربا ہین

وارث کوئی سر پہ نہین پابند بلا ہین
احسان کو نہ بہولینگے کہ ہم اہل وفا ہین

اب قید کی تکلیف اوٹھائی نہین جاتی
روٹی بھی کبھی روزہ سے کھائی نہین جاتی

رکھتا ہے بڑا اجر اسیرون کا چھڑانا
رہجاتا ہے عالم مین کریمون کا فسانا

بھوکون کو طلب کر کے سخی دیتے ہین کھانا
نیکی جو کرے نیک اوسے کہتا ہے زمانا

محتاج ہین یان اور تو کیا دیوینگے تجھکو
کام آج ہمارے تو دعا دیوینگے تجھکو

دونون نے فصاحت سے سخن جب یہ سنائے
ہاتھ اوسکی دعا کے لئے دونون نے اوٹھائے

زندان کے نگہبان کے بھی آنسو نکل آئے
پایا متوجہ تو سخن لب پہ یہ لائے

کچھ رتبہ محبوب خدا جانتا ہے تو
اے شخص محمد کو بھی پہچانتا ہے تو

وہ کہنے لگا اون سے مین کیونکر نہین آگاہ
مختار جہان ختم رسل سے حیدر ذیجاہ

اک کون نے کہا حیدر صفدر سے بھی ہے راہ
بولا مری لب تسبیح ہے نام اسد اللہ

نایب ہے مددگار ہے یاور ہے نبی کا
حیدر تو چچازاد برادر ہے نبی کا

یہ سنتے ہی جان آگئی دونون کے بدن مین
گم ہوگیا دہشت سے جو لرزہ تہا بدن مین

وہ خشک زبان کرنے لگی شکر دہن مین
گویا کہ بہار آگئی ہستی کے چمن مین

چہرے سے خوشی ہوگئے وہ مہرو نکل آئے
اک بہائی ہنسا ایک کے آنسو نکل آئے

بولے کہ ہم اے شخص محمد کے جگر ہین
جہوٹے نہین دریای صداقت کے گہر ہین

جو قتل ہوئے یان وہ ہمارے ہی پدر ہین
واللہ ہمین مسلم بیکس کے پسر ہین

تو کہتا ہے احمد کو پیمبر ہے ہمارا
جو گہر ہے محمد کا وہی گہر ہے ہمارا

یہ سنتے ہی تہرا گیا وہ مرد خوش اطوار
معصومون کے قدمون پہ گرا دوڑ کے اکبار

کہتا تہا مین اس حال سے واقف نہ تہا زنہار
بخشو مجہے مین نے تمہین گہیرا تہا کئی بار

جو آپ کے لایق تہا وہ لایا نہین کہانا
سچ ہے کہ مرے گا کبہی کہایا نہین کہانا

مین تم پہ فدا اے اسد اللہ کے پیارو
کرلے تمہین سینے سے لگاؤن یہ ملبوس اوتارو

بندہ مین تمہارا ہون مجہے قدمون پہ وارو
لو زاد سفر مجہسے جدہر چاہو سدہارو

شکوہ مرا اللہ و پیمبر سے نہ کیجیو
جنت مین شکایت مری حیدر سے نہ کیجیو

قدمون سے اوٹہا کر وہ سخن لب پہ یہ لائے
تو خالق اکبر سے جزا حشر مین پائے

دنیا کی ہر آفت سے خدا تجہکو بچائے
حامی ہون تری فاطمہ جب حشر مین آئے

واقف نہین ہم راہ بتا دے تو روان ہون
بہائی ترے بچے ترے سائے مین جوان ہون

احسان یہ ترا تھوڑا ہے اے مرد خوش اطوار   توشہ ہے توکل کا ہمین کچھ نہین درکار
بتلا دے پتہ ہمکو جگر بند نبی کا   لشکر ہے کہان سبط رسول عربی کا

کعبے سے ادہر بھیجا تھا بابا کو ہمارے   ہان ان کے ہمراہ قید ہوے وہ گئے مارے
ساتھ اونکے تھے سب حیدر کرار کے پیارے   مکہ مین ابھی ہین کہ کہین دور سدھارے
کئی راتین ہین کاٹی ہوئینگی دشت و دمن تک   کئی روز مین ہو پہنچے شہنشاہ زمن تک

حضرت کی خبر کچھ جو سنی ہو تو سنا دے   جو راہ کہ نزدیک ہو وہ ہمکو بتا دے
جس سمت پہ بھیجا ہون اوسی رستہ پہ لگا دے   کیا دیر ہے خالق ہمین بچھڑون سے ملا دے
مطلوب زیارت ہے ہمین شاہ زمن کی   کعبہ کی طرف جائین کہ ہین راہ وطن کی

یہ بات اوسنے کہ یہ بچون سے چھپائے   مظلوم کا جو ذکر تھا آنسو نکل آئے
گھبرا کے وہ معصوم سخن لب پہ یہ لائے   کیون خیر تو ہے آنکھون سے کیون اشک بہائے
وہ کہنے لگا بیکس و مجبور ہین شبیر   ہم جا نہین سکتے کہ بہت دور ہین شبیر

جب رونے لگا وہ تو نہ کچھ اونکو بن آیا   سر پیٹ کے ہاتھون سے یہ بچون کو سنایا
دنیا مین کہان ہے اسد اللہ کا جایا   گھر فاطمہ کا خاک مین اعدا نے ملایا
شبیر کے لشکر کا جوان کوئی نہین ہے   عابد کے سوا فاتحہ خوان کوئی نہین ہے

عاشور کے دن ذبح ہوئے سبط پیمبر   خیمے بھی جلائے گئے تاراج ہوا گھر
رانڈون کا ستمگار نے لوٹا زر و زیور   افسوس کہ زینب کی بھی چھینی گئی چادر
دیکھا حرم شاہ نے دربار شقی کا   کوفہ مین سر آیا تھا حسین ابن علی کا

دنیا مین نہ اکبر ہین نہ عباس نہ شبیر   سب چھوٹے بڑے ہوگئے زیر دم شمشیر
یانتک کہ ہوے قتل علی اصغر بے شیر   مٹی مین نہان ہوگئی اک ایک کی تقدیر

کیونکر اسد اللہ کے پیارے [illegible] | اب [illegible]

سنتے ہی معصوموں پہ رقت ہوئی طاری | تڑپے یہ زمیں پر کہ غش آیا گئی باری
گھبرا کے وہ بولا نہ کرو گریہ و زاری | دشمن کوئی سن لیوے نہ آواز تمہاری

ظالم ہے حاکم سے نہیں زور کسی کا | یاں ڈھونڈھ کے خون کرتے ہیں فرزند علی کا

وہ کہتے ہیں کسطرح کلیجوں کو سنبھالیں | اب چھاتیوں کو توڑتی ہیں آہوں کی بھالیں
گھر خاک ہوا سر پہ بھی ہم خاک نہ ڈالیں | دم رکتا ہے کسطرح نہ آواز نکالیں

مشتاق تھے جنکے وہ قضا کر گئے ہے ہے | ہم قید میں جیتے ہیں چچا مر گئے ہے ہے

گھبرا کے وہ بولا کہ مناسب نہیں تاخیر | بہتر ہے اسی شب ہو نکلجانے کی تدبیر
جلدی سے اوٹھے واں سے وہ باحالت تغیر | باندھیں کمریں اور وہ بچے ہوئے رہگیر

یوں نکلے بتعجیل اسیری کے محن سے | جسطرح گریزاں ہو قمر چھوٹ کے گہن سے

جب مسلم بیکس کے پسر قید سے چھوٹے | آوارہ وطن خستہ جگر قید سے چھوٹے
دکھ سہکے عزادار پدر قید سے چھوٹے | پردیس میں دو شمس و قمر قید سے چھوٹے

گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے | خورشید سے منہ گرد یتیمی سے اٹے تھے

وہ شہر پر آشوب وہ غربت وہ شب تار | اک ایک قدم خوف - نہ رہبر نہ مددگار
ہاں چلتے رہو یہ عسس کہتے تھے ہر بار | دل اونکے دہڑکتے تھے لرزتے تھے تن زار

بچے کبھی ہٹ جاتے تھے گر پڑتے تھے دونوں | ڈر ڈر کے کبھی نادِ علی پڑھتے تھے دونوں

[illegible] تو ہے قسمت نے نہ کی راہ نمائی | رستہ نہ ملا جانیکا اور نصف شب آئی
چھوٹے تھے کہا چلنے کی طاقت جو نہ پائی | اب تو ہمیں نیند آتی ہے ٹھہرو کہیں بھائی

کہتا تھا [illegible] | سو جائینگے [illegible] سخت [illegible]

[illegible] — [illegible] کبھی [illegible] جاتے
تنہائی یہ آنکھون سے کبھی اشک بہاتے — گر پڑتے کبھی اور کبھی ٹھوکرین کہاتے
تھم جاتے نقاہت سے جو دم ہانپنے لگتے — سایہ نظر آتا تو بدن کانپنے لگتے

لب پر نفسِ سرد بھرے آنکھون مین آنسو — غربت زدہ پھرتے تھے سراسیمہ وہ گلرو
تھامے ہاتھ مین چھوٹے کے بڑے بھائی کا بازو — ٹھہر جاتا کہین گھیر نہ لین آکے جفاجو
چل سکتے تھے دونون نہ ٹھہر سکتے تھے دونون — گھبرا گئے ہر چار طرف پھرتے تھے دونون

اک پیر زن اتنے مین نظر آگئی ناگاہ — داماد کے آنے کی گھڑی دیکھتی تھی راہ
یون کہنے لگے اوس سے بصد عجز وہ ذیجاہ — اک دو پہر اس گھر مین اماں دے ہمین للہ
معصوم ہین ہم بے وطن و زار و حزین ہین — مظلوم ہین سید ہین گنہگار نہین ہین

اس بستی مین دیندار نظر آئی ہمین تو — وہ بولی کہ تم دونون ہو کس باغ کے گلرو
تم سے تو عجب طرح کی آئی مجھے خوشبو — کہنے لگے تب چپکے سے وہ دیکھکے ہر سو
رشتے مین قرابت تو رسول عربی سے — مسلم کے پسر ہین ہین کہیو نہ کسی سے

وہ بولی کہ آنکھون مین رکھون تمکو مین دن رات — پر صاحب خانہ ہے بڑا فاسق و بدذات
حاکم کا تو وہ دوست ہے اور دشمن سادات — گر دیکھ لیا اوسنے تو بننے کی نہین بات
لونڈی ہون مین زہرا کی تمہارا ہی یہ گھر ہے — گھر ہے تو اوسی ظالم و بدذات کا ڈر ہے

وہ بولے کہ خالق کرے رتبہ ترا عالی — واقف نہین ہم راہ سے اور رات ہے کالی
درکار ہے نہ فرش نہ تکیہ نہ نہالی — تو ہمکو چھپا رکھ جو ہو حجرہ کوئی خالی
بن باپ کے ہین ہمپہ مصیبت یہ نئی ہے — شاید وہ نہ آئے کہ بہت رات گئی ہے

دونون نے بہت جو کہا اوس سے یہ رو رو — تھی مومنہ معصومون پہ رحم آگیا اوسکو

تھے گلی میں تمکو چھپا رکھونگی چھپا کر گھر
میں جلدسے کبھی اوس مری بی بی سے پیارے

مہمان ہوئے جا کر ستم ایجاد کے گھر میں
دونوں کو اجل لیگئی جلاد کے گھر میں

کہانا بھی نہ کہایا نہ پیا دونوں نے پانی
اور سوئے بہم مسلم مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی
دروازے پہ آ پہنچا ادہر ظلم کا بانی

چلایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کو سوتی کہانتک آیا ہوں در کھول دے آکر

یہ سنکے ضعیفہ کا لگا کانپنے اندام
بولی یہ بھلا آنے کا ہے کونسا ہنگام
دربار سے ہر روز تو آتا تھا سر شام
چلّا کے وہ بولا کہ کہیں تھا مجھے کیا کام

در کھول نہیں آگ لگا دیتا ہوں گھر کو
لے تو نہیں آتی تو گرا دیتا ہوں گھر کو

در کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بد افعال
پہینکا کہیں خنجر کہیں تلوار کہیں ڈھال
تھی ریش تو اوٹھی ہوئی مونچھوں کے کھڑے بال
اور دیدہ بد بیں تھے جون ساغر خون لال

آواز بھی ایسی کہ گزرتی تھی فلک سے
ہلتی تھی زمین پاؤں کے رکھنے کی دھمک سے

پاس آکے ضعیفہ نے بہت باتوں میں کھولا
تیوری وہ چڑھائے رہا کچھ منہ سے نہ بولا
کھینچا کبھی خنجر کبھی تلوار کو تولا
کہتا تھا کہ ڈر کا کوئی بیوٹا نہ بھیولا

ہاتوں کو کبھی کاٹتا تھا طیش میں آکر
رہجاتا تھا غصّے سے کبھی ہونٹ چبا کر

اوس طیش میں کہانا بھی نہ جلاد نے کہایا
پھر خواب اجل نے اوسے بستر پہ گرایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش اوسے آیا
ابلیس نے سوتے ہوئے فتنے کو جگایا

بیوں کی مہک حجرے سے دالان میں آئی
آواز بھی کچھ رونے کی پھر کان میں آئی

تاریک مثال دل کافر تہا وہ سب گھر
ہر سو صفت گرگ لگا ڈہونڈہنے اوٹھکر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر
ٹکراتے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر

وان مسلم مظلوم کے پیارے نظر آئے
اک برج مین وہ عرش کے تارے نظر آئے

جاگے جو کئی رات کے تھے وہ جگر افگار
سوئے تھے وہ ہر سے پیارے رخسار پہ رخسار

تصویر سے بستر پہ کشیدہ تھے تن زار
باہین تھین گلے مین نہ تھے وا دیدۂ بیدار

اک سینے کا تھا عکس تھا اک سینے کے اندر
آئینہ نظر آتا تھا آئینے کے اندر

بازو پہ جو چھوٹے کے پڑا دست جفا کار
تو کون ہے وہ کہنے لگا چونک کے اکبار

جھنجھلا کے کہا اوسنے کہ مین گھر کا ہون مختار
تب بھائی کو چونکا کے یہ بولا وہ دل افگار

جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی ہے
کیا سوتے ہو اوٹھو کہ اجل سر پہ کھڑی ہے

گھبرا گیا ہوا خوف سے اوٹھا وہ دلارام
ظالم نے کہا کون ہو تم بیکس و ناکام

وہ بولے کہ امان دیگا جو بتلائین تجھے نام
اوسنے کہا ہان دونگا تو بولے وہ گل اندام

کھینچے ہوئے تو ہاتھ مین ہے تیغ جفا کو
ڈر لگتا ہے تجھسے ہمین ضامن دے خدا کو

مکار لگا کہنے کہ سب ہے مجھے منظور
پیمان شکنی ہووے یہ اپنا نہین دستور

ڈر ڈر کے یہ کہنے لگے وہ بیکس و مجبور
اے شخص ہمین ہین پسر مسلم مغفور

تھا قتل کا ڈر اسلیئے گھبرا کے چھپے ہین
کر رحم کہ دامن مین ترے آ کے چھپے ہین

سنتے ہی جفا کار نے بس آنکھ کو موڑا
یون بازوؤن کو زور سے پکڑا کے جھنجوڑا

رسی مین اونہین باندھ لیا عہد کو توڑا
بچون نے کئی بار بنا ہاتھ انکو جوڑا

جب کھینچتا تھا گھر کے مچلتے تھے وہ بچے
پر حجرے سے باہر نہ نکلتے تھے وہ بچے

دکھلاتا تھا خنجر اونہین جب کرتے تھے فریاد
بچون پہ یہ دیکھ ہائے یتیمون پہ یہ بیداد

دروازے تلک کھینچتا لایا ستم ایجاد
کمزور تھے یہ اور زبردست وہ جلاد

کرتے تھے پہنچے تو یہان بھی گرگئین سر سے
مجرم کی طرح باندھ دیا دونون کو در سے

[illegible] تلوار [illegible] آثار دریا یہ چلاتے تھے یتیمون کو جفاکار
چلاتی چلی پیچھے ضعیفہ جگر افگار بن باپ کے بچے ہین یہ ظالم نہ انہین مار
کیون فاطمہ زہرا کو رلاتا ہی کفن مین دو پہول تو رہنے دے محمد کے چمن مین

بچون سے لپٹتی تہی جو وہ کہوے ہوے سر تلوار کے ہولون سے ہٹاتا تہا ستمگر
وہ کہتی تہی تو انکے عوض قتل مجہے کر ہے مرے مہمان ہین یہ بیکس و مضطر
آنکھون سے قدم انکے لگانی نہین پائی کہانا بہی غریبونکو کہلانے نہین پائی

وہ بولے کہ مطلوب ہین گردرہم و دینار راضی ہین ہمین بیچ دے چلکر سر بازار
وہ جنس نہین جسکا نہو کوئی خریدار ✢ ہمسے کہین ملتے ہین غلامان وفادار
یوسف کیطرح موتیون مین جبکہ تلینگے ان لعلون کے عقد تجہے او دسو وقت کہلینگے

گریہ نہین مطلب تو نہ کر بدعت بیجا دل آب ہے دہشت سے لرزتا ہے کلیجہ
دربار ستمگار مین جیتا ہمین لے جا وہ بولا کہ حاکم نے نہی ہے قتل کو بہیجا
انو وہ لہو مین رخ انور نہین دیکہے جیتا تمہین دیکہا ہے کٹے سر نہین دیکہے

لڑکون نے کہا مالک و مختار خدا ہے کرلوین نمازین تو ادا سر یہ قضا ہے
وہ بولا نمازون مین بہلا فایدہ کیا ہے جانون کو بچالین یہ نمازین تو بجا ہے
وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا سر دینا عبادت مین ہے دستور ہمارا

نامرد نے حملہ کیا تلوار اوٹہا کر سر رکہدیا چہوٹے نے وہین جلد بڑہا کر
تب ہاتھ سے چہوٹے کو بڑا بہائی ہٹا کر جا بیٹہا تہ تیغ دو دم سر کو جہکا کر
تلوار جہکتی تہی تو ہٹ جاتا تہا بہائی پہر دوڑ کے بہائی سے لپٹ جاتا تہا بہائی

وہ کہتا تھا پہلے مرا سر تن سے قلم کر	مل لیوین گلے بھائی سے وقفہ کوئی دم کر
اک وار مین سر دونون کے تن پر اور جا بین	ہین ساتھ ہی رشتے مین بندھے ساتھ ہی جا بین
ناگاہ چلی ظالم کی تلوار بڑے پر دریا مین ستمگار نے پھینکا تن اطہر	بالاے زمین کٹ کے ستارا سا گرا سر چلا کے یہ چھوٹے نے کہا ہاے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دست عدو مین	وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو مین
آیا جو شقی کر کے علم تیغ وہ بارا مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا	چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا جلاد نے تن پر سے سر اوسکا بھی اوتارا
دھبہ بھی نہ خون کا لگا شمشیر عدو مین	بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو مین
جبتک کہ تڑپتا رہا اوس کا تن لاغر چھوٹے کو بھی جب ڈالدیا نہر کے اندر	ٹھہرا رہا پانی پہ بڑے کا تن اطہر جا لپٹا بصد شوق برادر سے برادر
گر ڈوبتے تھے گاہ ابھر آتے تھے دونون	خورشید سے دریا مین نظر آتے تھے دونون

راوی لکھتا ہے کہ یہ کلام عاجزی کے جو لڑکون نے حارث کمبخت سے کہے اتمام حجت کے واسطے تھے کہ شاید حارث راہ راست پر آجاوے۔

روایت ہے کہ جب حارث نابکار نے ارادہ قتل کا کیا دونون بھائی کہتے تھے کہ یہان ہمکو مت مار ہمین ابن زیاد کے پاس بھیجدے وہ جو چاہیگا سو کریگا کہا نہین شہر کے لوگ بلوائے عام کر کے تمکو چھڑا لینگے اور انعام جو کہ ابن زیاد نے دینے کہا ہے مجھکو نہ ملیگا لڑکون نے جواب دیا کہ اگر مال کی خواہش ہے تو ہمکو بیچ ڈال اپنے دلکا حوصلہ نکال کہا یہ بات تمہاری مین نہین مانتا لڑکون نے کہا ہماری کم سنی نازک بدنی ہماری بیکسی اور غریب الوطنی پر

[illegible] کے قتل مین ہم یقین ہے لڑکون نے

کہا وضو کرکے دو رکعت نماز تو ادا کر لینے دے اوس مردود نے ایک نہ مانی

لڑکون نے کہا بلا وضو ہی سجدۂ شکر تو ادا کر لینے دے اوس نابکار نے ایک نہ

سنی اور تلوار لیکر دونون کے قتل پر مستعد ہوا ایس حسن بہائی کے قتل کا ارادہ

کرتا تہا دوسرا کہتا تہا پہلے مجہے شہید کر کہ مین اپنے بہائی کو کشتہ نہین دیکہہ سکتا

آخر کار اوس ملعون نے بڑے بہائی کے تن نازک پر پہلے خنجر ستم چلا کر سر

کاٹ لیا اور لاش کو فرات مین بہا دیا چہوٹے بہائی نے دوڑ کر سر گود مین اوٹہا لیا

اور کہا کیون بہیا تن تنہا جنت کو سدہارے ہمین اکیلا چہوڑ دیا کہ اسنے

مین حارث کمبخت نے چہوٹے بہائی کا بہی سر جدا کیا اور لاش کو فرات مین بہا دیا

انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

روانگی حضرت امام عالیمقام کی مکہ سے کوفہ کو

روایت ہے کہ جب نامہ حضرت مسلمؓ آپ کے پاس آیا تو کوفیون کے حسن اعتقاد

کا آپ کو یقین کامل ہوا ایس یکبارگی مزہ جو اوس خواب کا جو مدینہ طیبہ مین

روضہ انور پر دیکہا تہا یاد آ گیا عشق دو بالا ہو گیا اپنے کو ہمہ تن طالب

شہادت پا کر یک قلم دنیائے فانی سے دل اوٹہا کر تصور حق دل مین جما کر

سارے عزیزون اور رفیقون کو سامان سفر کی تیاری کا حکم فرمایا۔ جب آپ کے

کوفہ جانے کی خبر تمام مکہ معظمہ مین پہیلی ہر شخص آپ کو سمجہاتا تہا مگر آپ نے

کسی کی بات نہ مانی آخر کار تیسری تاریخ ماہ ذی الحجہ منگل کے دن سنہ ۶۰ ہجری کو

جسدن حضرت مسلم نے کوفہ مین شہادت پائی تہی معہ بیاسی آدمی وعیال اور عزیزون اور رفیقون اور غلامون اپنے کے کہ اون مین ستر سوار اور باقی پیادہ تہے کوفہ کو کوچ فرمایا۔

روایت ہے کہ جب آپ مقام ثعلبیہ مین پہونچے بکر اسدی کوفہ سے آتا تہا اوس سے ملاقات ہوئی اوسنے ابن زیاد کا یزید کی طرف سے آنا اور کوفیون کا اوس سے ملجانا اور حضرت مسلم اور اون کے لڑکے اور ہانی کا شہادت پانا مفصل کہہ سنایا۔ آپ یہ خبر وحشت اثر سنکر رونے لگے تمام قافلہ مین کہرام مچ گیا۔ لوگون نے عرض کیا کہ ہان اے ابن رسول اللہ بہتر ہے یہین سے پلٹ چلیین آپ نے حسب صلاح چاہا کہ مراجعت کرین جب یہ خبر حضرت مسلم کے عزیزون کو ہوئی دوڑکر آئے اور کہا کہ اب ہملوگ جی کر کیا کرینگے جبتک حضرت مسلم کے خون کا بدلہ کوفیون سے نہ لے لینگے ہرگز لوٹ کر نہ جاینگے۔ پہر تو آپ رضائے مولا پر راضی ہوکر آگے بڑہے۔

روایت ہے کہ ابن زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے آمد کی خبر سنکر ایک سانڈنی سوار کہ مین جاسوسی کے واسطے بہیجا تہا کہ جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ چلیین فوراً آکر اطلاع دے۔ چنانچہ اس جاسوس نے آکر ابن زیاد سے کہا کہ ستائیس روز ہوئے کہ امام عالیمقام نے مکہ معظمہ سے کوچ فرمایا اور اب مقام زبالہ مین ہین جب یہ خبر ابن زیاد نے پائی حر بن ریاحی کو معہ ہزار سوار کمین کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ جہان امام حسین علیہ السلام ملین فوراً گرفتار کرلا جب آپ ہرات کے مقام مین جو کوفہ سے دو منزل ہے پہونچے

لیں فوراً گرفتار کر لینا اب اس امر میں میں مجبور ہوں میرا دل گوارا نہیں کرتا
کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں اور یہہ بہی مجھسے نہیں ہو سکتا کہ آپ کو
چھوڑ دوں حیران ہوں کہ کیا کروں اوس وقت آپ نے فرمایا اے حر وقت ظہر
ہو گیا تم اپنی تمام قوم کے ساتھہ نماز پڑھو ہم اپنی قوم کے ساتھہ نماز
پڑھیں حر نے عرض کیا آپ پیشوائے زمان اور امام دو جہان ہیں
آپ امامت کریں دونوں لشکر آپ کی اقتدا کرینگے آپنے دونوں لشکروں کو
نماز پڑھائی اور بعد نماز کے حر کو پاس بلایا اور فرمایا کہ اے حر کیا تو ہمارے
مرتبے سے واقف ہے اگر معلوم نہیں ہے تو معلوم کر کہ کیا مرتبہ اللہ پاک نے
ہمکو عطا فرمائے ہیں ہ

والا گہر و قلزم عرفان ہیں تو ہم ہیں — کونین میں گر سایق ایمان ہیں تو ہم ہیں
محسن ہیں تو ہم صاحب احسان ہیں تو ہم ہیں — بہیجا ہے جسے خالق نے وہ قرآن ہیں تو ہم ہیں

گہر علم خدا کا ہے سفینے میں ہمارے
تفسیر میں کم ہے جو ہے سینے میں ہمارے

تلوار جنہیں حق نے عطا کی ہے وہ ہم ہیں — جن غازیوں نے دین کی بنا کی ہے وہ ہم ہیں
خو جنہیں شہ عقدہ کشا کی ہے وہ ہم ہیں — دولت جو رسول دوسرا کی ہے وہ ہم ہیں

کیا عرش الہی پہ جگہہ آج ملی ہے
کاندہے پہ نبی کے ہمیں معراج ملی ہے

سینہ مرا اسرار امامت سے بہرا ہے — دل خالق اکبر کی محبت سے بہرا ہے

خاموش ہون خاطر سے رسولِ عربی کی
ہاتھہ اسلیئے روکا ہے کہ اُست ہو نبی کی

بت توڑکے کعبہ کو صفا کر دیا ہمنے ✤ دم مین حق و باطل کو جدا کر دیا ہم نے
عالم کو طلبگار خدا کر دیا ہم نے ✤ اسلام کی قوت کو سوا کر دیا ہم نے

در کفر کا خالق کی عنایات سے توڑا
عزیٰ کا سر نجس و نجس لات کو توڑا

بس یہ کلام جانفزا سنتے ہی حُر اپنی آنکھوںمین پانی بہر لایا اور اپنی سپاہ سے علحدہ امام عالیمقام کو بلایا اور عرض کرنے لگا کہ یا ابن رسول اللہ اگر حُر آپ پر تلوار اوٹھاوے تو اوسکا ہاتھہ ٹوٹ جاوے اگر بُری نظر سے دیکھے تو آنکھہ پہوٹ جاوے آپ ہمارے پیشوا ہین ہادی و رہنما ہین اے آقا ابہی غلام کوفہ سے جس راہ ہو کر آپ کی گرفتاری کو آتا تہا ہر شجر و حجر و در و دیوار سے صاف آواز پاتا تہا

تو مبارک ہو قدمبوسی حضرت اے حُر ✤ کسکو ہوتی ہے ایسی سعادت اے حُر
سر کے بل جاؤ حسین ابن علیؑ کے آگے ✤ دنیا ہے حق تمہین جنت کی بشارت اے حُر

یہ بندہ اپنے دل مین کہتا تہا کہ لعنت ہو تجہپر کہ ابن رسول اللہ کی گرفتاری کو جاتا ہے دیکھیئے خدا کیا پیش لاتا ہے سو یا حضرت مین نہایت شرمندہ ہون کیونکہ لشکر ساتھ مین ہے مجبور ہون پراگندہ ہون گستاخانہ آپ سے پیش آیا ہون للہ معاف کیجیے اب میری سمجھ مین یہ آتا ہے کہ دونون لشکر

تھوڑی دور آئے تھلیکن آپ بسبب اہلبیت کے میرے لشکر سے کچھہ
فاصلہ پر لشکر ٹھہرائے گا شب کو جب میرا لشکر سوجائے آپ شتاب
کسی اور طرف چلے جائیگا صبح کو جب آپ نہ ملینگے کوس دو کوس تلاش کرکے
کوفے کو واپس چلے جاینگے۔ آپ نے اوسوقت حر کو دعادی کہ خدا تجھکو
جنت نصیب کرے۔ آپ بحکم قضا و قدر ایک جنگل میدان وسیع مین دوسری
تاریخ محرم الحرام روز پنجشنبہ سنہ ۶۱ھ مین جا اوترے شب کو حر پھر خدمت
امام عالیمقام مین آیا اور عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ
جلد تشریف لیجاوین۔ آپ نے کوچ فرمایا اور تمام رات قطع مسافت کی اندھیری
رات تھی جنگل لق و دق ہو کا میدان نہ راہ کا پتہ نہ شہر کا نشان ننھے
ننھے بچون کا ساتھ دوڑتے دوڑتے پاؤن پھول گئے قضا نے گھیرا راہ بھول
گئے جب صبح ہوئی اپنے تئین اوسی میدان مین پایا اور بعض روایتون مین آیا
ہے کہ اسیطرح سات روز اتفاق ہوا آخر کار یہ نوبت پہونچی کہ اونٹون کو ہمیز
کرتے تھے اور وہ آگے قدم نہ بڑھاتے تھے جس درخت سے لکڑی توڑتے
تازہ خون نکلتا پاتے میخ گاڑتے یا پتھر اوٹھاتے تھے خون کے فوارے
جاری ہوجاتے تھے وہان کے لوگون سے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے
عرض کیا کہ اسکو کربلا کہتے ہین پھر تو آپنے فرمایا اللہ اکبر اسی مقام پر ہم شہادت
پاوینگے رضائے مولا پر سر کٹاوینگے اسکے بعد آپنے فرمایا کہ ہان اسی جگہہ
خیمے نصب کردو سب اسباب اتار دو۔

سے گروہ ملائکہ تشریف لائے ہین اور گود مین لیکر فرماتے ۔ اے نور عین بیٹا
حسین دشمن تمہاری ایذارسانی پر مستعد ہین قریب ہے کہ تم درجہ شہادت پر
پہونچو اور بہشت تمہارے واسطے آراستہ ہو رہی ہے اور تمہارے پدر
اور تمہاری والدہ تمہاری منتظر ہین ۔ یہ کہکر آپکے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا
اے خداوندا میرے لاڈلے حسین کو صبر عطا فرما ۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد نے سنا کہ حضرت امام کا لشکر کربلا مین آپہونچا
ایک نامہ لکھکر آپ کے پاس روانہ کیا اوسکا مضمون تھا کہ یزید نے ہمکو
تاکید لکھا ہے کہ امام حسین سے میری بیعت لو اور اگر وہ نہ مانین تو فوراً اونکا
اور اونکے ہمراہیون کا سر کاٹکے میرے پاس بہیجدو ۔ مین آپکو نصیحتاً
کہتا ہون کہ یا تو یزید کی بیعت فرمایئے یا آمادہ جنگ وجدال ہوجیے آپنے
اوس نامہ کو پڑہکر زمین پر پہینک دیا اور ایلچی سے فرمایا کہ اب اسکا جواب میرے
پاس کچہہ نہین ہے ۔ ایلچی نے واپس آکر تمام حال ابن زیاد سے بیان کیا وہ مردود
طیش مین آیا اور عمر سعد کو جو ملک رے کا حاکم تہا بلایا اور کہا تو امام حسین سے
لڑنیکو جا تیرا درجہ بڑہاؤنگا اور زر وجواہر یزید سے دلاؤنگا وہ دولت دنیا پر پہولگیا
خدا اور رسول کو بہولگیا ۔

روایت ہے کہ عمر سعد سعہ بائیس ہزار سوار اور پیادون کے ساتوین تاریخ
محرم الحرام کو منگل کے دن کربلا مین پہونچا اور فرات کے کنارے ڈیرے
ڈالدے جب یہ خبر امام عالیمقام کو پہونچی آپ نے لوگون سے فرمایا کہ مین خود
اوسکے پاس جاؤنگا اور خدا اور رسول [illegible]

سنگوائی - ذوالفقار حیدر کرار زیب پشت حمایل فرمائی دیکہا یک آہ اور گریہ و
زاری کی خیمہ مبارک سے آئی آپ خیمے کے اندر تشریف لائے اور فرمایا
کیا حال ہے آپ کی ماں جائی نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے بہائی حسین آپ
کہاں جاتے ہین کوفی دغاباز ہین تنہا آپ کو عمر سعد کے پاس نہ جانے دونگی
پہلے فضہ لونڈی کو بہیجتی ہون یہ وہان بہیس بدلکر جائیگی سارا حال دریافت کرلائیگی
پس فضہ کو روانہ کیا فضہ عمر سعد کے قریب آئی اور دیکہا کہ عمر سعد مسند زرین بچہائے
تکیہ لگائے تمام فوج کے افسرون کو جمع کیے ہوئے بیٹہا ہے اور حکم کررہا ہے
کہ جو کوئی امام حسین کا سر کاٹ لائیگا وہ بہت جاگیر و پرگنہ انعام پائیگا
اس ماجرے کو دیکہکر فضہ روتی ہوئی خیمے مین آئی اور تمام حال سے آگاہ کیا خیمہ
مین کہرام پڑگیا اوسوقت آپکی ہمشیرہ نے عرض کیا ہے

یہ کہنے لگی سید مظلوم کی خواہر
ہاتہون سے پکڑ ہاتہ پہری گرد پدر اور
گہبرا کے یہ فرمانے لگے سبط پیمبر
صدقہ انہین کیون کرتی ہو قربان مین انپر
قسمت سے یہ دو نور نظر پائے ہین تمنے
ہتہیار انہین کس لئے بندہوائے ہین تمنے

واللہ مری جان ہین فرزند تمہارے
ہین برج شرافت کا قمر ہون یہ ستارے
ہے جنگ گوارا کوئی انپر مجہے وارے
یہ اکبر و اصغر سے سوا ہین مجہے پیارے
ہاتہون سے نہ کہونا یہ شجاع ازلی ہین
یہ جوشن و بازوے حسین ابن علی ہین

[illegible] اشارہ [illegible] شرف آپ [illegible] — ہاتھ ایک تلوار [illegible] ہی ہین تلوار

بیٹون مین انہین آپ نے محبوب کیا ہے
لونڈی نے تو دونونکو غلامی مین دیا ہے

کچھ ان کے سوا اور بضاعت نہین رکھتی
گوہر کوئی جز گوہر عزت نہین رکھتی
دنیا مین کسی طرح کی حشمت نہین رکھتی
محتاج ہون نادار ہون دولت نہین رکھتی
جو کچھ ہے مرے پاس وہ قربان ہے بھائی
دو بیٹے ہین اور ایک مری جان ہے بھائی

یہ سنکے بہت روتے شہ صابر و شاکر
فرمایا بہن خیر ہون مین صبر کو حاضر
اچھا یہ کرین کوچ کہ ہم بھی ہین مسافر
زینب ترے بچون کا خدا حافظ و ناصر
منظور یہ تھا ہون جدا ساتھ سے میرے
دو اور جواہر یہ چلے ہاتھ سے میرے

زینب نے اشارا کیا آداب بجا لاؤ
لو گرد پھرو ماموں کے سر پاؤن پہ شہزادو
حضرت نے کہا ہاتون کو پھیلا کے ادہر آؤ
مین پیار تو کر لون مری چھاتی سے لپٹ جاؤ
گھر باپ کا ویران کئے جاتے ہو پیارو
زینت مرے لشکر کی لئے جاتے ہو پیارو

وہ پاؤن پہ گرنے کے لئے دوڑ کے آئے
شبیر نے سر دونون کے چھاتی سے لگائے
منہ پھیر کے اشک آنکھون سے زینب نے بہائے
خیمے سے چلے شاہ کی ہمشیر کے جائے
کیا دل تھا نہ روتی تھی نہ گھبراتی تھی زینب
سمجھاتی ہوئی ساتھ چلی جاتی تھی زینب

روایت ہے کہ جب لشکر عمر سعد نے امام علیہ السلام پر پانی بند کیا اوسوقت

حضور خود ابن شقی کے پاس آئے اور چند کلمے اتمام حجت کے سنا کے

فرمایا اے ظالم تین کامون مین سے ایک کام کر یا تو مجھے چھوڑ دے کہ

وطن چلا جاؤن یا کسی اور ملک مین بھیجدے یا یزید کے پاس بھیجدے

وہ جو چاہے میرے حق مین کرے چنانچہ یہ تمام حجت آپ کی ابن سعد نے

یزید پلید کو لکھہ بھیجی اوس مردود نے عمر سعد کو لکھکر دھمکایا اور اپنی طرف

سے ڈرایا کہ ہمنے تمکو لڑائی کے واسطے بھیجا ہے نہ کہ صلح کرنے کو اگر امام حسین

میری بیعت منظور کرین تو خیر ورنہ اسیوقت اونکے اور تمام ہمراہیون کے

سر اوتار کر میرے پاس بھیجدے عمر سعد یزید کے خوف سے کانپ گیا اور

صبح ہوتے ہی آمادہ جنگ ہوا۔

محمد اور عون اور آپ کے لشکر کی شہادت کا بیان

روایت ہے معتبر مضمون سر الشہادتین مصنف مولانا شاہ عبد العزیز محدث

دہلوی رحمۃ اللہ۔ جاننا چاہیے کہ دسوین تاریخ روز جمعہ ۶۱ ہجری کی صبح

عاشورہ کو عمر سعد بدنہاد شقی مسلح ہو کر شمشیر اوٹھا کر نقارہ جنگ بجوایا

اور میدان کربلا مین اپنی فوج لے کر آیا اور دس پلٹنین بائین طرف اور دس

دائین طرف کھڑی کین اور بیچ مین آپ گھوڑے پر سوار۔ ادہر آپ نے

بھی اپنے لشکر کی تیاری کی جان نثار سید الشہدا نے بھی لا الہ الا اللہ

کہکر تلوارین اوٹھائین بہادران امام حسینؑ جو نشہ بادہ شہادت سے چور

تھے فوراً گلا کٹنے کو تیار ہو گئے ہر طرح سے مسلح مستعد کارزار ہو گئے جب
دونون صفین مقابلہ مین آکر جم گئین ایک تیر کے فاصلہ پر تھم گئین
اور سرگروہ لشکر امام علیہ السلام کے حضرت عباس علمبردار تھے۔
روایت ہے کہ لشکر عمر سعد مین بائیس ہزار سوار اور پیادے صف بصف
پرے باندھے استادہ تھے اور ادھر بہتر آدمی تھے جس مین بتیس سوار اور
چالیس پیادہ تھے اور ہر چند شجاعان لشکر اسلام امام تشنہ کام کے تین
دن کے بھوکے پیاسے تھے مگر ہمت و شجاعت مین میدان جنگ کے
شیر تھے جب لڑائی شروع ہوئی تو لشکر امام سے ایک ایک جوان لشکر اعدا
کے مقابل آتا تھا ادھر کے سو سو پچاس پچاس شقی کو داخل جہنم کرتا تھا آخر کو
شہید ہوتا پھر آپ کی ہمشیر نے محمد اور عون اپنے دونون صاحبزادون کو
بلایا اور فرمایا۔ اے لاڈلو آج میرا بھائی حسین تن تنہا میدان کارزار کو جاتا ہے
اور اپنا سر راہ مولا مین کٹاتا ہے سو میری یہ مرضی ہے کہ تم دونون اپنے
ماموں جان کے پاس جاؤ اور باصرار رخصت طلب کر کے میدان مین مرتبہ
شہادت پاؤ یہ سنتے ہی دونون بھائی اپنے امان جان سے عرض کرنے
لگے کہ اب دیر نہ کیجیے جلد ماموں جان کی خدمت مین جا کر ہماری لئے
سفارش کیجیے۔ یہ بیان لڑکون کا سنتے ہی آپ کی ہمشیرہ نے ان معصومون کو
اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور آنکھون مین سرمہ لگایا اور برادر کی خدمت
مین تشریف لائین۔

پوشاک پہنا دونون کو دولہہ سا بنایا
ہتھیار بندہا ماموں کے قدمونپہ جہکایا

ہاتون کو پکڑکے کہا زہرا کے پسر سے
بہیا یہ مری نذر گذر جائے نظر سے

اوسوقت امام عالیمقام نے فرمایا اے بہن کیا غضب کرتی ہو کبہی ایسا حرف زبان پر نہ لانا اگر لڑکے ضد بہی کرین تو اونکو سمجہانا۔ پہر تو دونون لڑکے امام عالیمقام کے قدمون پر گرپڑے اور زار زار رو کر اجازت میدان کی طلب کرنے لگے ناچار باصرار تمام آپ نے رخصت کیا پہلے محمد نے فوج اشقیا کی طرف حملہ فرمایا اور سیکڑون ستمگارون کو درہم وبرہم کردیا اور آپکے تلوار کی کیا حالت تہی۔

تلوار جو جاری ہوئی حضرت کی سپر سے
خنجر تو ادہر سے چلا تلوار ادہر سے
ظالم نے خنجر ہندی کو کمر سے
اوسوقت ہوا آنہ سکی تیغ مین ڈرسے

اسوار کے سر پر جو پڑی ہاتہ کے بیٹہا
شہزادے کے یہ اوٹہی تو فرس کاٹ کے بیٹہا

غرض حضرت محمد نے اپنی تیغ بیدریغ سے اتنے شقی داخل جہنم کئے کہ جنکے خون سے میدان کارزار لالہ زار بنگیا مگر ظالمان بیدین نے چارونطرف سے گہیر کر شہید کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب عون نے بہائی کو جو اسطرح شہید ہوتے دیکہا تو جامے سے باہر ہوگئے

قاتل کا کام تمام کر دیا اور امام تشنہ کام کی خدمت مین حاضر ہوئے اور معذرت کی
کرتا ہون جان میری تقصیر معاف فرمائے بہائی کو قتل ہوتے اور دم توڑتے
دیکھکر میرے حواس بجا نرہے اور اوسی بیخودی مین بغیر حضور کی اجازت کے
ظالمان خونخوار پر حملہ کر دیا اب غلام کو اپنے اوپر تصدق فرما کر رن کی اجازت
دیجئے۔ جناب امام عالیمقام نے پیارے بہانجے کو گلے لگایا اور میدان کی اجازت
دی اور خود کلیجہ تہامکر بیٹھ گئے۔ حضرت عون نے میدان رزم مین آتے ہی مقابل
طلب کیا اور شمشیر خارا شگاف سے بدکردارون کو واصل جہنم کرنے لگے۔

آیا جو سورے عون کوئی تیغ اوٹھا کر | دو کر دیا بہوے بچے کو بس اک وار مین جا کر
خم ہوگیا مردود سپر چہرے پہ لا کر | بہر خط شکست اوسپہ لکہا تیغ نے آ کر

قرطاس سا پرزے تن سفاک ہوا تہا
سر سینے تلک مثل قلم چاک ہوا تہا

جن جن کے نمودار ستمگارون کو مارا | لشکر کے علم کاٹ کے سردارونکو مارا
پیدل جو گریزان ہوے اسوارونکو مارا | تیرونکو قلم کر کے کماندارون کو مارا

عقدہ جو پڑا ناخن تدبیر سے کہولا
نیزے کے ہر اک بند کو شمشیر سے کہولا

آخرکار اعدا نے یورش کی اور ہر طرف سے گھیر کر شہید کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاسم کی شجاعت و شہادت

جبکہ محمد اور عون آپ کی [illegible]

یا امام آپ کے بھائی حسنؑ کی یہ نشانی ہے۔ آپ کے بھائی نے آخری وقت مجھکو وصیت کی تھی کہ اے بی بی ایک دن ایسا آئے گا کہ میرا بھائی حسین کربلا کی زمین مین اپنا سر راہ خدا مین کٹائیگا تو تم میرے قاسم اور عبداللہ کو سب سے پہلے اون کے قدمون پر نثار کر دینا۔ یا امام اون کی وصیت مجھے اسوقت یاد آئی ہے تب یہ لونڈی اپنے قاسم کو حاضر لائی ہے مین رانڈ دکھیا اس قابل نہین ہون جو آپ کی نذر کرون پر اپنے قاسم کو آپ پر سے صدقے کرتی ہون ؎

قاسم کو لئے مادر قاسم بھی پھر آئی		یہ کہکے پھری گردشِ کرب و بلا ئی
مین نذر تو لائی نہین ہان صدقہ کو لائی		بن باپ کا بیٹا ہے یہ بیوہ کی کمائی

	بھائی کا تمہارے ادا فرمان کرونگی	
	آج اپنا پسر آپ پر قربان کرونگی	

بعد اوسکے حضرت قاسم ہاتھ جوڑ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ چچا جان میرا سلام لیجئے اور غلام کو جلد رن کی اجازت دیجئے آپ نے بصد حسرت و افسوس اجازت فرمائی۔ پس آپ میدان کارزار مین آئے اور لشکر کفار کے مقابل مین آکر اپنی تیغ آبدار نکالی اور فرمایا کہ آئے کون آتا ہے اور آپ کے ذوالفقار کی کیا حالت تھی ؎

نکلی غلاف نور سے تفسیر جوہری		یا آئے دست بوس سلیمان ہوئی پری
اجلی ...		تھی یا کہ شاخ میوہ طوبیٰ بری ہری

[illegible]
باچھین خوشی سے تیغ کے قبضہ کی کہل گئین

سایہ بہی صاف تیغ سے فوراً جدا ہوا
تہانہ زنگ چہرۂ دشمن جدا ہوا
مطلب بلا کہ پانی سے روغن جدا ہوا
گردن سے سر تو روح سے ہر تن جدا ہوا

پیہم صدا دلون کے دہڑکنے کی آتی ہتی
آواز بوق اوٹہتی ہتی اور بیٹہ جاتی ہتی

سیدہی ہوئی جو تیغ تو لشکر الٹ گیا
سب زور سے ہتی زور کو وانسے بہی ہٹ گیا
میدان سے ہاتون جینے سے دل سبکا ہٹ گیا
مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا

بولی یہ تیغ دم سر اعدا پہ ٹوکنی مین
جنبش پکاری تو یہ شہر سے بند وگی مین

بڑہتی ہوئی زبان سے تا لافتا چلی
بائین کو مہر داہنی جانب بلا چلی
روشن نگاہ کہنے کو آگے قضا چلی
بالکل چراغ عمر ہوے گل ہوا چلی

کہنے نہ تیغ دو دہا کو برچھی لگائی ہتی
اندیر حسن کی آہ لے بجلی گرائی ہتی

سپر تو پکاری یہ ادہر اعدو ہ ادہر گرا
بن بنگے برق سایہ تیغ قطر گرا
وہ پنجہ وہ ہاتھ وہ خود اور وہ سر گرا
وہ مونچھ سے باپ اوٹہا یان پسر گرا

گر گر کے سر سرون پہ برابر طپان ہوے
جو رن پہ بسر زمین کے معنی عیان ہوے

اس تیغ سے تہا سارے زمانہ مین ماہ عید
روشن تہا پنجتن کے گہرانے مین ماہ عید

[illegible]

دل کے شکست ہو نہیں روزی کا در کھلا
برسون کے بعد روزۂ فتح و ظفر کھلا

دینار تیغ رونق بازار ہو گیا
نادار اسکے چلنے سے زردار ہو گیا
اور دور مفلسی کا سب آزار ہو گیا
یہ آب تیغ شربت دینار ہو گیا

صدپارہ رن مین قالب ہر بیدریغ تھا
اس عہدہ مین یہ خوردۂ دینار تیغ تھا

چہرون پہ مردنی کیطرح تیغ چھا گئی
مانند خاک ناریون کے تن جلا گئی
ہر استخوان مین شکل تپ دق سما گئی
اعجاز خاک سائی حیدر دکھا گئی

سب کے گلے سے ملتی تھی لیکن رکی ہوئی
جوہر یہ تھے کہ بوجھ سے خود تھی جھکی ہوئی

کاٹا پلک مین آنکھ مین تپلی مین نور کو
بازو مین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو
نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زبان زبان مین کاٹ آئی بات کو

آئی جدھر اک سیل بہاتی ہوئی آئی
سبکو کلمہ اپنا پڑھاتی ہوئی آئی
راہ سقر نا رسائی ہوئی آئی
ہر فرد کے چہرے کو مٹاتی ہوئی آئی

ستمین پہ جبینون کی شمعین جو روشن وہ بجھا دین
دیوار پہ [illegible] صفوں کی جو کٹی تھین وہ گرا دین

[illegible]	[illegible]
سینے کو کیا چاک تو جوشن مین در آئی	جوشن سے جو نکلی تو وہ توسن مین در آئی

توسن سے جو اُتری تو پھر رن مین کہین تھی
وان تھی نہ جہان گاؤ زمین تھی نہ زمین تھی

اس پارۂ الماس نے آہن کو کیا دو	چار آئینہ و بکتر و جوشن کو کیا دو
خود و سر و پیشانی و گردن کو کیا دو	اک وار مین اسوار کو توسن کو کیا دو

خود تھی وہ حزین دیکھکے سلطان زمن کو
پر غم کی طرح کھا گئی اعدا کے بدن کو

گرجا جو ہین اوس تیغ کا بادل لب دریا	ٹھنڈے ہوئے پانی کے ہو گل لب دریا
ہلکر جو چلی پڑ گئی ہلچل لب دریا	مچھلی سے تڑپنے لگے بیدل لب دریا

خون نجسِ فوج چھڑانا تھا بدن سے
دریا پہ نہانے کو یہ تیغ آئی تھی رن سے

اے عاشقو کہانتک ذوالفقار حیدر کرار کی تعریف بیان کیجاے غرضکہ آپ نے تیغ آبدار سے بہت سے کفار واصل جہنم فرمائے اور اتمام حجت کے کلمے زبان پر لاے اور رضاے مولا پر سر جھکا دیا اور عمر سعد نے خفا ہو کر اپنے لشکر کو للکارا اوسوقت حضرت قاسم رضاے مولا پر سر جھکائے کہڑے ہین کہ شہید کرو پھر تو چارو طرف سے بادل کیطرح وہ ملعون گھر آئے اور مارے ڈر کے دور سے آپ پر تیر برسائے گھوڑا آپ کا زخمون سے چور چور ہو گیا پھر شیث بن عمر شقی نے ایک نیزہ آپ کی پشت مبارک مین

مارا گیا روح پرفتوح داخلِ علیین ہوئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٭

حضرت عباس علمدار کی شجاعت وشہادت کا بیان

راوی لکھتا ہے کہ جب حضرت قاسم نے شربت شہادت نوش فرمایا تب حضرت عباس علمدار امام عالیمقام کے روبرو آئے اور لفظ رخصت زبان پر لائے آپنے فرمایا بھائی عباس تم میرے لشکر کے علمدار اور میرے قوت بازو اور مددگار ہو تمکو کسطرح میدان کی اجازت دون اور کیونکر تمہاری جدائی پر صبر کرون حضرت عباس نے عرض کیا کہ بھائی جان آپ کے قدمون پر قربان جب تک اپنے بھائیون کا انتقام ان نابکارون سے نہ لونگا مجھکو صبر نہ آئیگا ۔ بھائی خیال تو فرمائے لاڈلی سکینہ اور علی اصغر بسبب تشنگی نیمجان اور کوئی دم کے مہمان ہین ۔ مجھسے انکی یہ حالت دیکھی نہین جاتی الغرض امام عالیمقام رخصت دینے سے انکار کرتے تھے اور حضرت اسطرح زبانپر لاتے تھے ۔

ہین چلا ساقیٔ کوثر کی قسم ۔ اب نہ ٹھیرونگا پیمبر کی قسم

دل مرا آج پریشان ہے بہت ۔ آپکے زلف معنبر کی قسم

نہین پرواے کفن ہے مجھکو ۔ چادرِ زینبِ بے پیر کی قسم

دیجئے رن کی اجازت مجھکو ۔ لاشۂ قاسم بے سر کی قسم

جوش کھاتا ہے مرا خون جگر ۔ خلد کے لالہ احمر کی قسم

دُلدُل حیدرِ صفدر کی قسم		میرا گھوڑا نہ ہیر نگارن سے

رخِ شبیر کا عاشق ہون شہید
بلبلِ زارِ گلِ تر کی قسم

حضرت فرما رہے تھے کہ ناگاہ حضرت سکینہ اپنے چچا کے قدمون سے آکر لپٹ گئین اور عرض کرنے لگین کہ چچا جان العطش ہے

بولا نہین جاتا ہے پیاس کے مارے		اتنے مین کئے آکے سکینہ نے اشارے
لیچلیے ہمین گود مین کوثر کے کنارے		دریا کا تو پانی نہین حصے مین ہمارے

پانی مین وہان ہاتھ سے دادی کے پیونگی
گر یہ نہین تو جان بودم بھر نہ جیونگی

یہ کلام لاڈلی سکینہ کا سنکر حضرت عباس رونے لگے اور فرمایا اے بیٹی تم خیمے مین جاؤ اور ہماری مشک لاؤ ہے

تم ہاتھ سے اپنے ہمین سقہ تو بناؤ		عباس پکارے کہ بھلا مشک تو لاؤ
سر کھول کے قبلہ کی طرف ہاتھ اوٹھاؤ		سجدہ کرو اللہ کا اور شکر بجاؤ

حق چاہے تو تم تک ابھی پہونچاتے ہین پانی
بیٹی کے لیے نہر سے ہم لاتے ہین پانی

الغرض سکینہ نے مشک لاکر حضرت عباس کو دی اور عرض کیا کہ چچا جان جلد جائیے اور نہر فرات سے پانی لائیے حضرت عباس نے ہتھیار بدن مبارک پر آراستہ فرمائے اور گھوڑے کی لگام ہاتھ مین لی خدمت شبیر مین آئے اور آداب بجا لائے ہے

فجر آئیا حضرت کو لہ اشتیاق قضا ہون — سنہ پوتے کے فرقہ ہین ساقی پرفدا ہون

القصہ حضرت عباس امام عالیمقام سے رخصت ہو گہوڑے پر سوار ہوئے اور میدان کارزار مین آئے دیکھا کہ ہزار لاکھ پانچہزار سوار اس انتظار مین کھڑے ہین کہ دیکھئے اب کونسا دلاور ہمارے مقابلہ مین آتا ہے جو وقت نظر ان ستمگارون کی حضرت عباس پر پڑی دیکھا کہ بڑے کروفر سے ایک علمدار ہواکے گہوڑے پر سوار میدان کارزار کیطرف چلا آتا ہے حضرت عباس کو دیکھتے ہی ہر شخص آپ کی دلاوری اور بہادری سے کانپ گیا اور آپسمین ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ دیکھئے آج کس کس کے سر پر اجل سوار ہے یہ گفتگو ہو رہا تھا کہ حضرت عباس گہوڑیکو چمکارتے ہوئے بجلی کیطرح دوڑاتے ہوئے میدان مین آہی پہنچے انکی شجاعت و بہادری کے لکھنے مین قلم حیران ہے طبیعت پریشان ہے کہ کیا لکھون کیا نہ لکھون اگر لکھون تو یہ لکھون ؎

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے — رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے — ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے

شمشیر بکف دیکھکے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہین سمیٹے ہوئے پر کو

کیا شان تہی اللہ ضیائے رخ انور — کیا نور تہا جس نور سے ڈہالین تہین منور
بس دامن صحرا پہ گری نور کی چادر — جن آنکھہ بچہانے لگے ہر ایک قدم پر

دکھلائے جوانی کے چلن جب کبہی رک کر
سینے سے لگایا فلک پیر نے جھک کر

حضرت عباس کا حسن نوجوانی پہ میدان کربلا مین وہ نور پیدا ہوا تہا کہ ہر ذرہ کی زبان پر صل علی جاری تہا اور تمام اعدا اُنکی صورت کا تماشا دیکہکر ایک دوسرے سے یون ہمکلام ہوتے تہے ٥

آتا ہے خبردار اب عباس علمدار ۔ ناگاہ زمین رن کی ہوئی مطلع انوار
ہر چار طرف سے یہ اوٹہا غلغلہ اکبار ۔ ہوشیار خبردار خبردار خبردار

اے صل علی کیا یہ شیر خدا ہے
یہ شیر خدا تو نہین شمشیر خدا ہے

صحرا ہوا پرنور زہے طلعت عباس ۔ لرزاں ہے دل دشمن زہے ہیبت عباس
ملتا ہے مزہ دیکھو زہے صورت عباس ۔ کیا حسن ہے کیا جاہ زہے شوکت عباس

بازو سے حسین آتا ہے شمشیر زنی کو
یا شیر خدا آتے ہین خیبر شکنی کو

راوی لکہتا ہے کہ جبوقت حضرت عباس نے فوج کیطرف گہوڑے کو چہوڑا اُسکا یہ حال تہا کہ کبہی فوج کے اس پار اور کبہی اُس پار مثل ہوا پرواز کرتا تہا اس رفتار تازی و چالاکی غازی کو دیکہکر تمام فوج مین غل دستور ہونے لگا ٥

بولا کوئی چالاکی رہوار تو دیکھو ۔ بجلی کی تڑپ گرد ہے رفتار تو دیکھو
اک کہنے لگا شان علمدار تو دیکھو ۔ نشان ایک طرف جلوہ رخسار تو دیکھو

کس شوق سے ایک ایک کو للکار رہے ہین
کس پیار سے رہوار کو چمکار رہے ہین

جب گہوڑا آپ کا مثل ہوا پرواز کرتا تہا تو چمکار کر فرماتے تہے کہ اے تازی

حیدار خبار دار دم ہے عمر سعد سے ہمکلام ہو تیسے دے - یہ سنتے ہی گھوڑا
کھڑا ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اے عمر سعد کیا ہمکو نہین پہچانتا ہے کہ ہم کون ہین کیا
خاندان نبوی ہماری میراث نہین ہے اب ذرا ہوشیار ہو جا کہ ایک لمحہ
مین تمام لشکر درہم و برہم کئے دیتا ہون -

روایت ہے کہ حضرت کا یہ کلام سنتے ہی عمر سعد کانپ گیا اور شمر کو بلا کر علیحدہ خیمہ
مین لیگیا اور کہنے لگا کہ اے یار تمام فوج ابھی درہم و برہم ہو جائیگی آپس مین ایک
دوسرے سے مشورہ کر رہے ہین کہ عباس کا مقابلہ کوئی نہ کرو ورنہ سب کو ایکدم
واصل جہنم کر دیگا اے شمر حیران ہون کیا کرون کیا نکرون ع ۵

عباس کی دہشت سے کسی مین نہین دم ہے بنکر جو بگڑ جائے لڑائی تو ستم ہے

عمر سعد شقی نے کہا اے شمر اب موقع لڑائی کا بالکل بگڑ گیا ہے بہتر ہے
کہ تو حضرت کی خدمت شریف مین جا اور ہاتھ باندھکر کچھ عرض کر کہ ہم سے
راضی ہو جاوین ع ۵

اب جوہر شمشیر زبان کچھ ہین دکھلا جس بات سے راضی ہو اوہر فوج مین آ	یان خنجر و شمشیر کا موقع نہین اصلا منت سے ساجت سے علمدار کو سمجھا

اب لشکر شبیر مین باقی یہ جری ہے پھر خاتمہ جنگ حسین ابن علی ہے

اس کلام کو سنکر شمر ہنسا اور بولا کہ اے عمر سعد یہ کچھ مشکل کام نہین ہے حضرت
عباس رضی اللہ عنہ سے میری رشتہ داری ہے

اور اونکو راضی کرکے لاتا ہوں عمر سعد نے کہا کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہو ۵

یہ سنکے کہا شمر نے دشوار ہے یہ کیا — عباس علمدار تو ہے بھانجہ میرا

یہ کہکے وہ اوس خیمے سے ہنستا ہوا نکلا — لشکر سے کہا شاد ہو بر آئی تمنا

اب قتل فقط کیجیو تم سبط نبی کو

میں جانکے لے آتا ہوں عباس علی کو

شمر تمام لشکر والوں کو سمجھاتا ہوا حضرت عباس کیطرف آیا جبوقت حضرت عباس نے دیکھا آپ نیزہ ہلانے لگے عمر سعد نے آواز دی شمر نے ہاتھ کا دستار دیکھا کہ ابھی لاتا ہوں ۵

یہ کہکے چلا جانب عباس وہ جلاد — یاں ہوگئیں آنکھوں میں رگ ہاشمی اوستاد

عباس ہلانے لگے نیزہ بدل شاد — کی شعلہ صفت کانپ کے شمر نے فریاد

میں جانتا ہوں زور میں تم شیر خدا ہو

میں ایلچی فوج ہوں مجھ پر نہ خفا ہو

حضرت عباس نے فرمایا اب مطلب کے واسطے ایلچی بنتا ہے جلد بیان کر کیا پیغام فوج ستمگار سے لایا ہے ۵

عباس نے فرمایا کہ او شمر ستمگر — مسلم بھی تو تھا ایلچی سبط پیمبر

کیوں اوسکو کیا تو میں نے ظلم سے بے سر — ہے عیب دغا تم میں وفا اپنا ہے جوہر

لے کہہ کہ وہ پیغام ہے کیا فوج لعین کا

پر نام حقارت سے نہ لینا شہ دین کا

جب تھوڑا اب دامن [illegible] ہاہر کا سنکر شمر دو زمین بوس ہوا آپ نے فرمایا

جلد بیان کرکیون دیر لگاتا ہے

یہ سنکے زمین بوس ہوا شمر بدایمان
اور بولا کہ اے وارث تیغ شہ مردان
یان خورد و کلان آپکے ہین تابع فرمان
آؤ جو ادہر کو تو بڑا مجہہ پہ ہو احسان

نہ آپسے مطلب ہے نہ اکبر سے غرض ہے
ہمکو تو شبیط نبی سے غرض ہے

اس کلام کے سنتے ہی حضرت عباس مارے غصے کے کانپ گئے اور فرمایا
اومردک اپنی زبان کو لگام دے کہہ تو ابھی تجھکو تلوار ابدار سے دو ٹکڑے کر دون

جب یہ کہا شمر ستمگار نے گفتار
تہرانے لگا صورت خورشید علمدار
اور میان سے شمشیر ادہل آئی کئی بار
فرمایا کہ خاموش ہو اے کافر مکار

گو خنجر کین حلق پہ سو بار چلیگا
سردار سے لیکن نہ علمدار پہرے گا

وہ مردود سر پہ پاؤن رکہکر بہاگا آپنے اوسکے پیچھے گہوڑا دوڑایا اور فرمایا کہ
کہڑارہ ذرا میری رفاقت کا حال جو امام عالیمقام سے ہے سن لے وہ کہڑا ہو گیا
آپ نے فرمایا

مین سایۂ چشم پسر شیر خدا ہون
بہائی ہے جدا مجہسے نہ مین اوسے جدا ہون
شہ قبلۂ ایمان ہین تو مین قبلہ نما ہون
وہ خاتم قدرت ہین تو مین نقش وفا ہون

مین ہون جو سوئی قبلۂ دین عین شرف ہے
جو قبلہ نما ہے سو وہ قبلہ کی طرف ہے

فرمایا اے شمر تم لوگ کیا سمجہتے ہو جو ایسے ایسے الفاظ اپنی گندی زبان

سے لگائے ہوئے

اے ستم لعین خاک اگر ہوگا مرا تن ہو دیگی مری چشم کشادہ پسِ مردن	ڈھونڈھیگی مری خاک بھی شبیر کا دامن تا سرمۂ خاک قدم شہ سے ہو روشن

جو قبلہ نما نیلسان گردش مین رہنگی
شبیر جدہر ہونگے ادہی سمت پہرینگی

یہ فرما کر حضرت عباس چاہتے تھے کہ وار تلوار آبدار کا اوسکے سر پر لگاوین کہ وہ مردود لشکر مین بہاگ گیا اور سارا ماجرا عمر سعد سے بیان کیا اوس مردود نے ابن زیاد بد نہاد کو لکھا کہ تمام لشکر عباس کی بہادری دیکہکر تہ و بالا ہو رہا ہے اوس نے تیرہ ہزار فوج اوسکی مدد کے واسطے بہیجی. جب پینتیس ہزار ستمگار اکٹھے ہو گئے پہر طبل جنگ بجوایا حضرت عباس علمدار گہوڑے پر سوار ہوکے تن تنہا فوج نابکار کے مقابلہ مین آئے اور عمر سعد سے فرمایا کہ اٹھارہ ہزار تمون مین جسکو جری اور دلاور سمجہتا ہے میرے مقابلہ مین بہیج دے

اعدا کو سنا کر کہا کون آتا ہے دیکہین تیرون کو ملا کر کہا کون آتا ہے دیکہین	تیرون کو ہلا کر کہا کون آتا ہے دیکہین شمشیر دکہا کر کہا کون آتا ہے دیکہین

ہم شیر ہین ہمکو کوئی للکار سکیگا
تلوارین تو کیسی کوئی دم مار سکیگا

ای مردود تم جانتے ہو کہ مین کون ہون اور کسکا فرزند ارجمند ہون

ہان مجہکو رکہو یاد مین حیدر کا پسر ہون	اور بانی بنوت کے شجر کا مین ثمر ہون

پیاسا ہون مگر ساقی کوثر کا پسر ہون	مین شیر خدا ہمت کے لئے نور نظر ہون

واللہ مری ضرب طمانچہ ہے غضب کا
دلبند ہون مین دست زبردست خدا کا

حضرت عباس جب اپنی بہادری اور دلاوری کے کلمے ان مردودون کو سنا چکے تو عمر سعد اور شمر لعین کہنے لگے کہ اے عباس اب تم فقط دو تین نفس باقی رہے ہو اور ہماری فوج مین ہزارون دلاور موجود ہین اب بہی ہمسے ملجاؤ اگر ہماری رفاقت مین آؤگے بڑے عیش اڑاؤگے تمام نہر فرات تمہارے قبضہ مین کردینگے۔ جب اون لعینون نے نہر کا نام لیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایقوم جفاکار مردم آزار بدشعار تمہارا اللہ ہر خیال ہے ہم تو رضائے مولا پر راضی ہین ورنہ اب بہی زبان مین اللہ پاک نے وہ تاثیر عطا فرمائی ہے کہ ؎

وون حکم ہوا کو تو ابہی خاک کے اڑ جائے	کہدون کہ سرک یان سے تو دریا ابہی ہٹجائے
یون زلزلہ آوے کہ زمین رن کی الٹجائے	یون رعد بہی کڑکے کہ جگر شیر کا پہٹ جائے

برباد یہ سب خرمن ہستی نظر آوے
باران کی طرح آگ برستی نظر آوے

بیل برچہیون کے شمع کی مانند پگہلجائین	اف کردون تو سب فوج کے تیر ابہی جلجائین
اور تیغ نیام اژدہے بنکے نگلجائین	تلوارین تڑپکر ابہی قبضون سے نکلجائین

پرواز کرین تیر پرندون کی طرح سے
پہنس جاوے کانون مین کمندون کیطرح سے

اے ظالمو اب بہی اپنے ظلم سے باز آؤ ورنہ یاد رکہو سیدہے جہنم کو جاؤگے

قیامت کے دن پچھتاؤ گے اور مین اوس شیر دلیر کا فرزند ہون کہ جسنے ایک
ضرب مین انتر دیو کو قتل کیا ہے

ہوشیار ہو مین فاطمہ زہرا کا پسر ہون مین شیر خدا قاتل انتر کا پسر ہون	سقائے حرم ساقی کوثر کا پسر ہون عباس مرا نام ہے حیدر کا پسر ہون

پانی کے لئے آئے ہین ہم روک تو دیکھو
شیرون کی لڑائی ہے ذرا ٹوک تو دیکھو

روایت ہے کہ حضرت عباس فوج اشقیا سے ہمکلام ہو رہے تھے کہ پانچ ہزار سوار نہر فرات کو گھیرے ہوئے تھے یکایک چارون طرف کے بادل کی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر گھر آئے آپ اون مین سے ایسے نکل آئے جیسے کمان سے تیر جاتا ہے دوسری طرف سے دس ہزار سوارون نے جو کہ عمر سعد کے فرستادہ آئے تھے آپ کو گھیرا اوسوقت آپ نے اپنے گھوڑے کو ایسی ایڑ ماری کہ سبکی نظرون سے غایب ہو گئے وہ ملعون از حد حیران ہوئے اور آپس مین ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ نبی زادے ہین شاید کوئی فرشتہ اوڑا لیگیا ہوگا اور آپ نے نہر فرات پر گھوڑے کو لاکر ٹھیرایا اور فرمایا اے تازی تیز رفتار اب سیر ہو کر پانی پی لے پھر پانی ملنا محال ہے گھوڑے نے پانی کیطرف گردن بھی نہ جھکائی اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ خیال تو فرمائیے کہ خیمہ مین لاڈلی سکینہ اور علی اصغر مارے پیاس کے بیتاب ہون اور مین پانی پی لون تو کل قیامت کے دن برادر رسول اللہ کو کیا جواب دونگا دلدل علی شیر خدا سے ندامت اوٹھاؤنگا

جب گھوڑے نے پانی نہ پیا تب حضرت عباس نے اپنی مشک پانی سے بھری اور خیمہ مبارک کی طرف روانہ ہوئے ناگاہ فوج اشقیا کی نظر ساقی حرم یعنی حضرت عباس پر پڑی دور سے کہنے لگے کہ دیکھو وہ عباس مشک پانی سے بھر کر لئے جاتے ہین جب یہ حال اون مردودون نے دیکھا دور سے مشک مین تیر مارنے لگے ناگاہ ایک شقی کا تیر مشک مین لگا کہ تمام پانی بہ گیا اوس وقت حضرت عباس آنکھون مین آنسو بھر لائے اور مشک کو زین مین دبا کر تلوار ابدار کو میان سے باہر نکالا ہ

بس میان سے شمشیر دلاور نکل آئی	مچھلی دہن مار سے باہر نکل آئی
کس حسن سے شمشیر تڑپ کر نکل آئی	بجلی سی گری فوج کے اندر نکل آئی

اک ضرب مین جانون کی لعینون کو پڑی تھی
دینے کے لئے داد قضا آن کھڑی تھی

بجلی سی چمک کر جو صف جنگ سے نکلی	فریاد کی آواز دل تنگ سے نکلی
اسوار کے سر پہ جو گری تنگ سے نکلی	سینے مین در آئی تو عجب رنگ سے نکلی

چھوڑا جسے مقتل مین لہو چاٹ کے چھوڑا
پایا جسے اوس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

جس شامی کے شانہ پہ پڑی شانہ جدا تھا	پہونچے تلک آئی پہونچی تو دستانہ جدا تھا
تکبیر جسد الغرہ شیرانہ جدا تھا	اپنون سے ہر اک صورت بیگانہ جدا تھا

اس جنگ مین بھائی کو نہ بھائی کی خبر تھی
ہان تھی تو سر و تن کے جدائی کی خبر تھی

غرضکہ ایک ہی حملہ مین ہزارون کو واصل جہنم کیا تمام لشکر تہ و بالا ہوکر بھاگا اس
شجاعت اس رعب کو دیکھکر تمام جن و انس مین شور و غل ہونے لگا ۵

جناتون مین غل تھا کہ سلیمان ہی سلیمان
مصری یہ جھگڑتے تھے کہ ہی یوسف کنعان

قسمیہ تھے رومی کہ ہے اسکندر دوران
کہتے تھی یہودی کہ ہے یہ موسی عمران

عیسائی دہرے دست ہنگام اپنی جبین پر
کہتے تھے کہ عیسیٰ اوتر آئے ہین زمین پر

تھوڑا سا جو باقی رہا لشکر وہ قضا را
اے سامری کلمہ پڑھو تم جلد خدا را

اعجاز و کرامت سے لئے نقیبانہ پکارا
باطل ہوا جادو کی طرح دین تمہارا

بھاگو ارے بھاگو یہ شجاع ازلی ہے
شمشیر جو موسیٰ ہین تو ہارون یہ ولی ہے

جب تمام لشکر فرار ہو گیا آپ دوبارہ نہر فرات پر آئے اور مشک کو بسم اللہ
پڑھکر پانی سے بھرا اور خیمہ اطہر کی طرف روانہ ہوئے ناگاہ بائیس ہزار سپاہ شام
نے چارون طرف سے آپکو گھیر لیا اور نوفل ملعون نے دہوکا دیکر ایسی تلوار ماری
کہ داہنا ہاتھ آپکا کٹ گیا اسیوقت آپنے مشک بائین کاندھے پر لی کہ
ایک شقی نے پیچھے سے خنجر چلایا کہ مشک کا دہانہ کہل گیا تمام پانی بہ گیا اور دفعتہ
ایک آواز غیب سے آئی کہ اے عباس جب پانی مین میرے دشمن یعنی ناپاک
کو منہ جو سوئر اور کتے سے بھی بدتر ہین منہ لگا یا وہ پانی ہم اپنے حبیب کے
پیارون کو کسطرح پلاوین بس تم بھی ہماری راہ مین سر کٹاؤ اور جلد ہمارے پاس
آؤ جنت مین تمہارے نانا اور والد انتظار کر رہے ہین پھر تو آپ نے رہنا ہے

ہوکر زیر سر جھکا دیا دشمنون نے چارون طرف سے متفق ہوکر آپ پر حملہ کیا اور مرتبہ شہادت پر آپ کو پہونچایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

علی اکبر ہمشکل پیمبر دلاور کی شجاعت و شہادت کا بیان

راوی لکھتا ہے جبکہ تمام عزیز و اقارب امام عالیمقام کے رد برد مرتبہ شہادت پاکر باغ جنت کو سدھارے اب بجز تین صاحبزادون کے ایک تو حضرت امام زین العابدین دوسرے حضرت علی اکبر ہمشکل پیمبر تیسرے علی اصغر اور کوئی باقی نرہا پھر تو آپ نے بذات خود بصد شوق و اخلاص میدان کا ارادہ فرمایا گھوڑا اپنا سواری کو منگایا حضرت علی اکبر ہمشکل پیمبر نے دیکھا کہ پدر بزرگوار تن تنہا میدان کارزار کو جاتے ہین دوڑ کر آئے اور عرض کیا بابا جان اکبر کی جان آپ کے قدمون پر قربان کہان تشریف لیے چلے فرمایا دشت و غا میدان کربلا کو جاتا ہون سر راہ خدا مین کٹاتا ہون تم سب کا اللہ حافظ و نگہبان ہے۔ یہ کلام سنتے ہی علی اکبر پدر بزرگوار کے قدمون پر گرے اور عرض کرنے لگے کہ بابا جان جو ساقی آپ ہوتا ہے وہ سب کو پلا کر پیچھے سیراب ہوتا ہے بابا جان بہشت مین بھی حوض کوثر کے آپ ساقی ہین اور دنیا مین بھی شربت شہادت کے آپ ساقی تمام عزیز تو شربت شہادت سے سیراب ہوکر باغ جنت کو سدھارے فقط آپ ہم باقی ہین سو بابا جان عمامہ آپکے قدمون پر دہرتا ہون منتین کرتا ہون مجھکو بھی جلد میدان کی اجازت دیجئے اور جب کہتے علی اکبر زار زار روتے تھے اور اسطرح عرض کرتے ہے ٥

اکبر کی ہے یہ عرض کہ اب رن کی رضا دو ‏ رستہ بہت ہے فردوس کے جانے کا بتا دو

بابا مری الفت کو بس اب دل سے اوٹھا دو ‏ اماں سے بھی رخصت مجھے مرنے کی دلا دو

کٹوائیگا سر رن مین غلام آپ سے پہلے
زندہ ہے وہ بیٹا جو مرے باپ سے پہلے

کیا پہلے سر کٹائیگا بادشہ زمان ‏ کس اشتیاق سے شہ دین نے کہا کہ ہان

آگے جو کچھ رضای خدا ای پدر کی جان ‏ جیتے ہین پھر بسا سامنے مرتے ہین نوجوان

دیکھو کہ چھوٹے بھائی کے ماتم مین رو رہے ہین
پالا تھا جنکو ہم نے وہ دریا پہ سو رہے ہین

یہ کہکے اوٹھہ کھڑے ہوے سلطان بحر و بر ‏ پٹکے سے باندھنے لگے ٹوٹی ہوئی کمر

قدمون پہ گر پڑے علی اکبر بچشم تر ‏ کی عرض رحم کیجیے مرجائیگا پسر

آگے مرے جو ہوگی شہادت امام کی
دنیا مین آبرو نہ رہیگی غلام کی

اور عرض کرتے تھے کہ بابا جان ذرا خیال تو فرمایئے محمد اور عون پھوپھی جان کے فرزند اور قاسم چچا عباس علمدار اور تمام عزیز جان نثار تو جنت مین نانا جان اور دادا جان کے پاس عیش اوڑائین اور اسم غیہ سے محروم رہ جائین لللہ جلد اجازت دیجیے اور خیال فرمایئے ۵

اب لطف ہے کیا جینے کا سب کٹ گئے گھر ‏ کام آئے پھوپھی زادے چچا زادے برادر

عباس علمدار گئے جانب کوثر ‏ نام اپنا ہو روشن جو کٹے شمع صفت سر

لللہ نہ اب تردد کیجیے بابا

اکبر کو بھی اکسف یہ کہتے ہیں

بیٹیا تو گھر مین بیٹھے اٹھے بات شب	انصاف آپ کیجئے یا سرورِ عرب
کیسا لہو سفید ہے دنیا کا ہے غضب	مارا گیا نہ آج تو کل یہ کہینگے سب

سر کو کٹا کے باپ جہان سے گذر گیا
بیٹا جوان باپ سے آگے نہ مر گیا

بابا جان یہ اور سید الساجدین زین العابدین بیمار ہین بہائی علی اصغر شیر خوار ہین سواے میرے اب کون ہے جو آپ پر قربان ہو ؎

عابد ہین سو بیمار ہین اصغر ہے سو نادان	ہے میرے سوا کون جو ہو آپ پہ قربان
ابجان پدر پہلے ہمین ہوئے وہ قربان	فرماتے تھے حضرت کہ نہو گا کسی عنوان

جب لاش مری رن سے اوٹھا لائیو بیٹا
پھر شوق سے مرنے کے لئے جائیو بیٹا

جب حضرت علی اکبر نے دیکھا کہ بابا جان کسی عنوان رخصت نہین فرماتے ناچار قسمین دلانے لگے بابا جان آپکو قسم ہے پروردگار عالم کی جلد مجکو میدان کی اجازت دیجئے اور صبر کیجئے ؎

صدقہ علی کا اون رضا دیجئے مجھے	پھر سیدالرن کی رضا دیجئے مجھے
یاد خدا مین دل سے بہلا دیجئے مجھے	مرتا ہون یا امام جلا دیجئے مجھے

کہولین کمر حضور تو دل کو قرار ہو
کہہ دیجئے کہ جا علی اکبر نثار ہو

تب امام عالیمقام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا ؎

[illegible]

ہے باپ کا عصائے ضعیفی جوان پسر — جب تم نہو گے پاس تو مرجائیگا پدر

ایسے ہنسے نہ تھے کہ ہمین تم رولاتے ہو
شادی کے دن جو آئے ہین انکو جانتے ہو

دیتا اگر تمہین کوئی فرزند ذوالجلال — ہوتی پدر کی قدر سمجھتے ہمارا حال
رخصت کا آپ یون ہی کرتا جو وہ سوال — تب جانتے کہ دیتے اوسے رخصت جدال

کیا جانے وہ مزا جسے اسکا ملا نہین
اچھا سدہارو تم سے ہمین کچھ گلا نہین

تسلیم کرکے بولے علی اکبر غیور — لاکھون برس جہان مین سلامت رہین حضور
فرمایا شہ نے خیر اجل بھی نہین ہے دور — برچھی لگا کے دیکھ خوشامد ہے کیا ضرور

تقریر مین پدر کو نہ اب بند کیجیے
خیمے مین جاکے مان کو رضامند کیجیے

سب جانتے ہین جو ہے پھوپھی کو تمہاری چاہ — معلوم ہوگا جاؤگے جب سوی خیمہ گاہ
باہین گلے مین ڈالینگی زینب بانالہ و آہ — قدمون پہ گرکے آپکی مان ہوگی سد راہ

یہ مرحلہ بھی کم نہین زنجیر و طوق سے
دونون رضا جو دین تو چلے جاؤ شوق سے

مگر اے بیٹا مین نے اجازت دی اب اپنی امان جان سے بھی رخصت ہو اونہون
نے اٹھارہ برس تک پالا اور پرورش کیا ہے آخر کار پدر بزرگوار سے رخصت ہوکر
والدہ ماجدہ کی خدمت شریف مین حاضر ہوئے مان نے پوچھا کیون بیٹا

علی اکبر اتنی دیر سے کہاں تھے عرض کی اماں باباجان کی خدمت میں حاضر تھا فرمایا اب کیسے آئے ہو عرض کیا آپ کے ملنے کو

بیتاب ہو مادر نے وہیں سر کو اوٹھایا　لے لے کے بلائیں اُسے چھاتی سے لگایا
اور بولی کہ کرتی ہوں ترا شکر خدایا　تو نے مرے فرزند کو یہ دن دکھایا

ماں باپ کی محبت علی اکبر کو بہت ہے
ماں باپ کی الفت مرے دلبر کو بہت ہے

علی اکبر نے دیکھا کہ اماں جان اسوقت بہت مہربان ہیں عرض کی اے مادر مہربان آجتک بندہ نے جو کچھ آپ نے طلب کیا وہ برابر حضور نے عطا کیا فرمایا مگر آج ایک چیز کا اور طلبگار ہوں

ماں سے کیا بات ہے فرماؤ مری جان
جو دل میں ہے کہڈالو نہ شرماؤ مری جان

فرمایا اے بیٹا علی اکبر وہ کیا چیز ہے جو ایسی عزیز ہے کہ تم مانگو اور میں نہ دوں علی اکبر نے عرض کہ اماں جان اگر حضور میرے سر کی قسم کھاویں اور رد نکریں تو عرض کروں ماں کو یہ کیا خبر تھی کہ بیٹا میٹھی چھری مار یگا فرمایا اے علی اکبر قسم ہے تیرے سر کی جو مانگیگا برابر دونگی

اکبر نے کہا کپڑوں کے بقچے کو منگاؤ　اماں مری پوشاک جو اچھی ہو پہناؤ
گو نار ہو مری زلف آنکھوں میں سرمہ کو لگاؤ　ارمان نکالو ذرا دولہا تو بناؤ

اور نقش محبت کا مرے دل سے اوٹھادو
اے حضرت رضا مو کے مجھے رن کی رضا دو

والدہ یہ بیان علی اکبر کا سنتے ہی زار زار رونے لگیں اور ایک نعرہ آہ کا مار کر زمین پر
گرین اور بیہوش ہوگئین اوسوقت علی اکبر نے اپنے گیسوون کی خوشبو سونگھائی تب
ہوش ہوا فرمایا اے بیٹا علی اکبر کونسی ایسی مان ہوگی کہ دیدہ و دانستہ اپنے فرزند کو
مرنے کی اجازت دیگی جب علی اکبر نے دیکھا کہ والدہ صاحبہ سے رخصت ملنا
امر محال ہے تب قسمین دلانے لگے ٥

امان تمہین حیدر کی قسم مجھکو رضا دو		بابا کے تمہین سر کی قسم مجھکو رضا دو
دیتا ہون تمہین ... کی قسم مجھکو رضا دو		تمکو علی اصغر کی قسم مجھکو رضا دو

یہ سمجھو کہ پیدا نہ ہوا تھا علی اکبر
اک بار زبان سے یہ کہو جا علی اکبر

نظم

مین غم سے تمہارے نہ جیون گی نہ جیونگی		بیٹا علی اکبر تجھے جانے تو نہ دونگی
بیٹا کوئی دیتا ہے تجھے تجھسا جو فرزند		اور اوسکی محبت مین رہا کرتا تو پابند
مرنے کی رضا مانگتا تجھسے تر او لبند		تب جانتا تو حال دل مادر و فرزند
اسواسطے غم میرا تجھے یاد نہین ہے		بیٹا علی اکبر ترے اولاد نہین ہے
اللہ جو کرتا تمہین اولاد کے قابل		میدان کی رضا تجھے ہوتی او تو حاصل
اور آپ کے بیٹے کی بھی ہوتی یہ شمایل		تب دیکھتے ہم آپکا ہے کسطرح کا یہ دل
پر آپ یہ ہے انصاف طلب آپ کہو لے		اس درد کو تو جیسے کوئی مجھ با نکے دیسے

ادہر اصرار علی اکبر کا حد سے زیادہ گذرا ادہر محبت ماری جوش مین آئی تب

اوس بیہوشی مین کیا حال ہوا

اک جوش اونہین مادری الفت کا جو آیا
سر بی بی نے فرزند کے قدمون پہ جہکایا
ور اپنے کلیجے کا تڑپنا بہی دکہایا
بیٹے کی کمر تہام کے آخر یہ سنایا

یہ تو مین سمجہتی ہون کہ تم جا کے مروگے
کچہ دودہ کا حق بہی مجہے دوگے کہ نہ دوگے

یہ بات عجب یاس سے بی بی نے سنائی
سب اہل حرم دینے لگے حق کی دوہائی
اوسوقت اک آواز محمدؐ کی یہ آئی
بی بی تری آہون نے مری قبر ہلائی

حق دودہ کا یہ ہے کہ تو اکبر کو جدا کر
یہ اپنی کمائی مری امت پہ فدا کر

جسوقت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز گوش مبارک مین
بیخودی خود بخود دور ہوگئی اوسوقت علی اکبر کو اپنے سامنے کہڑا کیا اور دونون
ہاتون سے اپنے کلیجہ کو تہام کر عرض کیا یا رسول اللہ

بی بی نے کہا یہ تو نواسا ہے تمہارا
امت بچے لٹتا مجہے اپنا ہے گوارا
ہم بہی یہ سمجہتے ہین جو مقصد ہے تمہارا
جو آپ کا مقصد ہے وہ مقصد ہے ہمارا

اکبر سے کہا جاؤ گلا رن مین کٹاؤ
اٹھارہ برس کی مری دولت کو لٹاؤ

الغرض حضرت علی اکبر والدہ سے رخصت ہوکر پہر امام عالیمقام کی خدمت
مین حاضر ہوے آپ نے دست خود سے ہتیار علی اکبر کے جسم مطہر پر آراستہ

فرمائے عمامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پہ باندھا بلکہ حضرت امیر کا کمر سے باندھا ذوالفقار حیدر کرار زیب پشت حمایل فرمائی پھر اسپ راہوار منگایا اور گود مین اوٹھا کر سوار کیا او سوقت آپکی والدہ فرماتی تھین۔

نوحہ

روکے اکبر کو بانو پکاری۔ بیٹیا مر کے نہ جا مان ہو واری
پھیر لا رن سے اپنی سواری۔ بیٹیا مر کے نہ جا مان ہو واری
چھوٹن ہم ہی اور کروہو سنو ہماری بات ❊
جاوت ہو سیدان مین چھوڑ کے مان کا سات
بیاہ تیرا رچاونگی بیٹا اور دولہن گھر مین لاونگی بیٹا
دل یہ کیون مارتا ہے کٹاری بیٹیا مر کے نہ جا مان ہو واری
دکھ ہم کا کیون دیت ہو کہا لو مورا مان ❊
سنکٹ مہا کلیس ہے بچا لے اپنی جان
بیٹھو گھر مین کرو آکے آرام ہے بپا سخت خیمہ مین کہرام
دیکھ لے اک نظر آہ و زاری بیٹیا مر کے نہ جا مان ہو واری
گھلت ہے اس سندلیس کو سن سن مور سریر
بیت پڑی ہے اس کچہ دکر ہمت ہین ناہین نیر
مان کو چین اوسکی کس طرح آئے جسکا بیٹا جوان مرنے جائے
کیفیت اوسپہ کھلجائے ـ بیٹیا مر کے نہ جا مان ہو واری

اکبر سیس نواے کے پہر بولے اکبار
باپ ہمارا جو جبت ہے کہاں کے جا سنسار

اے پھوپھی امّاں میرے پاس آؤ دالدہ سے کہو غم نہ کہاؤ
رن میں تنہا ہے شہ اے باری بیٹا مرنے نہ جاناں ہو واری

بانو بولین اکبر سے جاؤ نہ تم میدان
بہنا کے تم بیر ہو کہا تو مورا مان
محنتوں سے تمہیں ہم نے پالا تم ہو آنکھوں کا میرے اُجالا
التجا مان تو یہ ہماری۔ بیٹا مرنے نہ جاماں ہو واری

رن کے ہو تم سور بہادر تمہری ہیں سب واس
تمہرے آگے سبھوں نے بہت کیا ابھیاس
تم ہو نام خدا وہ بہادر بچہ خوبی کے ہو بڑے بہادر
امتحان کر لیا لاکھ باری۔ بیٹا مرنے نہ جاماں ہو واری

بیتا من کی کا کہوں ہیا مین ہے نہ گھاؤ
ہوک اُٹھت ہے رہ رہ کے اسکو آج بجاؤ
ہائے مرنے نہ جا تو خدا را میرے دم کا ہے تجہے سہارا
مار ولیں نہ میرے کہاری۔ بیٹا مرنے نہ جاماں ہو واری

روایت ہے کہ اوسوقت حضرت علی اکبر کا اٹھارہ برس کا سن تھا عین شباب کا
دن تھا اور آپ شکل و شمایل علم و فضل مین بعینہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کے مشابہ تھے جب اہل مدینہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کی زیارت کا شوق ہوتا تہا تو جناب علی اکبرؑ کا جمال مبارک دیکھکر اپنی طبعیت خوش کیا کرتے تہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبر کو بڑی رقت اور گریہ وزاری سے میدانکی اجازت ملگئی تو جناب امام عالیمقام نے اپنے ہاتون سے سلاح جنگ اپنے پیارے کے جسم نازنین پر سجائے اور گہوڑے پر سوار کردیا

میدان کو جب حسین کا نور نظر چلا
بانو پکارتی تہی کہ پیارا اسیر چلا
پیچہے حرم کا قافلہ سب ننگے سر چلا
چلاتی تہی پہوپہی مرا لخت جگر چلا

لٹتے ہین اہلبیت دوہائی امام کی
تصویر گہر سے جاتی ہے خیر الانام کی

بہائی کے غم مین عابد بیکس تہے بیقرار
بہنین پکارتی تہین کہ بہیا ترے نثار
اوٹہتے تہے اور زمین پہ گرتے تہے بار بار
سینون کو پیٹتی تہین خواصین بحال زار

اک حشر تہا جدا علی اکبر جو ہوئے تہے
جہولے مین پہوٹ پہوٹ کے اصغر بہی روتے تہے

لٹتا تہا خیمہ رانڈون بین تہی یہ ہر اودہر پڑی
کوئی ادہر کو غش تہی کوئی تہی ادہر پڑی
آہون کی بجلیان تہین تو اشکون کی تہی جہڑی
آفت کا وقت تہا تو قیامت کی تہی گہڑی

ماتم یہ تہا حسین کے تازہ جوان کا
جاتا ہے گہر سے جیسے جنازہ جوان کا

نکلا حرم سرا سے جو وہ نور حق کا نور
حضرت کہڑے تہے خیمہ کی ڈیوڑہی پہ جو دور
خادم نے دی صدا کہ برآمد ہوئے حضور
دست ادب کو جوڑ کے لولادہ ذی شعور

رخصت ہون اب جو حکم شہ نامدار ہو
رو کر کہا حسین نے اچھا سوار ہو

گھوڑے پہ شاہزادہ عالم ہوئے سوار
گویا چلے جہاد کو محبوب کردگار
تھا ثانی براق فلک سیر راہوار
صرصر سے تند و تیز تو بجلی سے بیقرار

یون سامنے سے وہ مہ جولان نکل گیا
گویا ہوا پہ تخت سلیمان نکل گیا

حضرت تو یان زمین پہ گرے تھامکر جگر
جاسوس نے یہ لشکر اعدا کو دی خبر
آتا ہے اک جوان حسین بغیرت قمر
چہرے پہ جسکے نور محمدؐ ہے جلوہ گر

شان و شکوہ سب اسد کبریا کی ہے
کہتے ہین سب بشر نہین قدرت خدا کی ہے

ہے دہوم ذرہ ذرہ مین اوس آفتاب کی
خوشبو ہے زلف و جسم مین مشک و گلاب کی
سر تا قدم ہے شان رسالتمآب کی
تصویر ہے رسول خدا کے شباب کی

گھوڑے کے گرد جن و ملک کا ہجوم ہے
صلو علی النبی کی بیابان مین دہوم ہے

روشن کیا ہے روے منور نے راہ کو
رخ پر نہین ٹھہرنے کا یارا نگاہ کو
حیران ہے عقل دیکھکے زلف سیاہ کو
آغوش مین لئے ہے شب قدر ماہ کو

چہرے کے نور سے شب مہتاب ماند ہے
خالق گواہ ہے کہ اندہیرے کا چاند ہے

نور کا تھا کہ نور احمد گزرا ہوا
گویا رسول پاک کا رن مین گذر ہوا

چلائے اہل شام کہ طالع قمر ہوا | ہنگام ظہر تھا یہ گمان سحر ہوا

جلوہ دکھایا برق تجلی طور نے
خورشید کو چھپا دیا چہرہ کے نور نے

غش ہوگیا کوئی کوئی گر کر سنبھل گیا | صل علیٰ کسی کی زبان سے نکل گیا
خجلت سے آفتاب کا نقشہ بدل گیا | چمکا جو نور دھوپ کا جوبن بھی ڈھل گیا

دریائے نور حق کا فقط اوج موج تھا
پست سے تھے زمین کے ستارے کا اوج تھا

وہ کروفر وہ دبدبہ وہ ہیبت و جلال | وہ طنطنہ شباب کا وہ جلوہ جمال
بل کھا رہے تھے غیظ سے زلف دوتا کے بال | کٹ جائے جس سے تیغ وہ ابروئے بے مثال

حلقہ کیا تھا چشم کو پلکوں نے گھیر کے
گویا کہ دو غزال تھے بیچوں میں شیر کے

جاتے تھے ہوش دیکھکے آمد ہزبر کی | یارا تو ار کا تھا نہ طاقت تھی صبر کی
گھوڑے پہ چراغ پا ہوئے بو پاکے ببر کی | دہشت سے جستجو ہوئی زندوں کو قبر کی

ندی بہت چڑھی تھی مگر ڈر سے ہٹ گئی
ندی تو در کنار زمین تک سمٹ گئی

جب اس شان سے سواری آپکی میدان کارزار مین آئی لشکر عمر سعد نے [illegible] پوچھا کہ یہ کس کا ماہ پارا ہے کون سے برج کا ستارا ہے عمر سعد نے جواب دیا کہ یہ گوہر درج خلافت اختر برج امامت آفتاب جہانتاب یعنی امام حسین کی آنکھون کا تارا ہے عمامہ کی سجاوٹ بالون کی بناوٹ نور کی صورت خدا کی قدرت دیکھکر

عمر سعد کے لشکری اپنے اپنے لب کاٹنے لگے اور انگشت ندامت دندان حسرت سے چابنے لگے اور آپسمین ایک دوسرے سے ہمکلام ہوتے تھے ؎

بخشی ہے خدا نے اوسے توقیر محمدؐ	گیسو ہین کہ ہے زلف گرہگیر محمدؐ
چہرہ ہے کہ آئینہ تصویر محمدؐ	باتون مین ہے رنگینی تقریر محمدؐ

شوکت وہی دولت وہی دستور وہی ہے
نقشہ وہی انداز وہی نور وہی ہے

علی اکبر نے دیکھا کہ دو ہزار ستمگار جفا شعار گھوڑون پہ کہڑے ہین اور قتل سادات پر اڑے ہین بسم اللہ کر کے گھوڑے کو فوج کی طرف دوڑایا کہ بجلی کیطرح تڑپ کر رہوار پرواز کرتا ہوا عمر سعد کے قریب آیا آپ نے باواز بلند للکار کر فرمایا ؎

غازی کا یہ نعرہ ہے کہ اے ظالمو آؤ	گر تم نہین آتے ہو تو وان ہمکو بلاؤ
گھبراتا ہے دل نیزہ و شمشیر اوٹھاؤ	بیٹھین ہے رہوار تہ اب دیر لگاؤ

شمشیر کے جوہر تمہین دکھلا کے پہرینگے
میدان مین لشکر کی صفین خالی کرینگے

جب لشکر کفار مین علی اکبر کے نعرے کی آواز پہونچی عمر سعد کی عجب حالت ہوئی۔ مارے خوف کے تہرانے لگا اور دوڑ کے اپنے لشکر مین آیا تو دیکھا کہ کسی مین دم لینے کا یارا نہیو ہے حیران ہو کر کف افسوس ملنے لگا اور سمجھا کہ اب میرا نیر اقبال غروب ہوتا ہوا نظر آتا ہے اوسکو ہراسان اور ترسیدہ دیکھکر اون ملعونون مین سے دو شخص اجل رسیدہ اوٹھے اور کہا ہم جاتے ہین اور اونکا مقابلہ کرتے ہین ؎

میدان مین قضا کہنچکے اون دونون کو لائی	غازی نے بہی رہوار کی بادن باگ اوٹھائی

ہاتہ اپنے وہان فتح بہی باندہی ہوے آتی
مشغول نظارے مین ہوئی سنگری خدائی

اوس ماہ کے بس ایک اودہر اک ادہر آیا
دور الٹون مین اک چاند چمکتا نظر آیا

جب دونون ملعون حضرت علی اکبر کے سامنے آئے اور کہنے لگے کہ ہماری حقیقت سنو آپ نے فرمایا بیان کرو تب وہ دونون اسطرح اپنی اپنی لنترانیان ہانکنے لگے ف

یہ بولا مین رستم ہون وہ بولا مین سہراب
یہ بولا مین فولاد ہون وہ بولا مین سیماب
یہ بولا مین کمیاب ہون وہ بولا مین نایاب
یہ بولا مین ہون موج وہ بولا مین ہون گرداب

یہ بولا مین جرأت ہون وہ بولا مین لعتب ہون
یہ بولا مین غصہ ہون وہ بولا مین غضب ہون

یہ سنکر جناب علی اکبر نے فرمایا تم دونون اپنی اپنی خوبیان بیان کر چکے اب میری حقیقت سنو آپ نے ارشاد فرمایا ف

رستم تو یہ سہراب ہم اللہ کے ضیغم
فولاد تو سیماب وہ ہم برق مجسم
کمیاب تو نایاب وہ عنقا کے شرف ہم
تو موج وہ گرداب تو ہم چشمۂ زمزم

جرات تو تعب وہ ہے تو ہم مہر و وفا ہین
غصہ تو غضب وہ ہے تو ہم قہر خدا ہین

یہ سنکر پہر اون دونون نے اپنی لنترانیان اسطرح بیان کین ف

یہ بولا مین ہون جور وہ بولا مین جفا ہون
یہ بولا عدم ہون تو وہ بولا کہ فنا ہون
یہ بولا مین ہون موت وہ بولا مین قضا ہون
یہ بولا مین آفت ہون وہ بولا مین بلا ہون

یہ بولا میں ہون خوف وہ بولا کہ خطر ہون
یہ بولا کہ میں شعلہ وہ بولا میں شرر ہون

یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ اب میرا حقیقت سنو لونون بلونون سے کہا بیان کیجے آپ نے فرمایا ۵

تو جور ہے اور وہ ہے جفا ہم ہین عداوت
گر تو ہے عدم وہ ہے فنا ہم ہین قیامت

تو موت ہے اور وہ ہے ہم سم بد قدرت
آفت تو بلا وہ ہے ہم اسباب مخافت

تو خوف ہے اور وہ ہے خطر ہین ہم بھی
تو شعلہ ہے اور وہ ہے شرر ہین ہم بھی

یہ سنکر پھر اون دونون بھیاؤن نے اپنی اپنی نشانیان اسطرح بیان کرنا شروع کین ۵

یہ بولا میں ہون زال وہ بولا میں تہمتن
یہ بولا میں کیاد ہون وہ بولا میں ریزن

یہ بولا میں ہون زنگ تو وہ بولا میں آہن
یہ بولا میں انبار ہون وہ بولا میں خرمن

یہ بولا میں فن اور وہ بولا میں ہنر ہون
یہ بولا میں ہون تیغ وہ بولا میں تبر ہون

یہ سنکر آپ نے فرمایا ۵

تو زال تہمتن وہ تو ہم حمزۂ پیندار
کیاد تو ریزن وہ ہم اعجاز اور اسرار

تو زنگ وہ آہن تو ہم دلدوز خوش اطوار
انبار تو خرمن وہ تو ہم صاعقہ کردار

تو فن ہے ہنر وہ ہے تو اعجاز بیان ہم
تو تیغ تبر وہ ہے تو تیغ دو زبان ہم

اکبر نے خطاب شقی پہ جانب کیا اودم دیتے نہ جواب ان کلمون کا تو کبھی ہم	فرمایا کہ تم دونون ہو شیطان مجسم پہ کیا کرین عاجز ہمین سمجھینگے یہ ظالم

ان باتون کے عقدون کو ابھی کھولتا ہون مین
میزان عدالت مین تمہین تولتا ہون مین

یہ فرمایا جناب علی اکبر نے کہ ملعونو تم اپنی حقیقت ہمارے سامنے کیا بیان کروگے بھلا کہین ہمارے مرتبے کو پہونچ سکتے ہو تم جانتے ہو کہ نانا میرے رسول خدا ختم الانبیا ہین کہ جنکی شفاعت کے تمام نبی قیامت کے دن خواہان ہونگے دادا میرے علی مرتضی شیر خدا ہین دادی میری فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کہ جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بضعۃ منی فرمایا ہے پس تم لوگون کو ہمارا خون ناحق بہانا اور قطرہ آب کو ترسانا کب جائز ہے خیال تو کرو تم نے خود خطوط بھیجکر ہمارے باباجان کو بلایا اور مہمان بنایا ہے تم لوگ اپنے آپ کو کلمہ گو بتلاتے ہو اور نبی زادون پر ہاتھ اوٹھاتے ہو خدا اور رسول کے سامنے فردائے قیامت مین کیا جواب دوگے۔ یہ چند کلمے حضرت علی اکبر کے سنکر ستمگارون نے جواب دیا ہ

گر آپ پیمبر کے نواسے ہین ہمین کیا محروم جو صلوات خدا سے ہین ہمین کیا	بچے شہ مظلوم کے پیاسے ہین ہمین کیا مجروح جو قتل شہدا سے ہین ہمین کیا

پانی کی حقیقت نہین یہ تمکو نہ دینگے
دکھلا کے بہا دینگے مگر تم کو نہ دینگے

حضرت علی اکبر نے فرمایا اے ظالمو یہ کیا کلمے اپنی زبان سے نکالتے ہو خدا اور

رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے بسبب غصہ کے آپ کانپ گئے اور فرمایا ہ

سہرا کے کہا شاہ نے ہم ایسے ہین توبہ — مہمان پہ یہ ظلم و ستم ایسے ہین توبہ
مجرم مرے نانا کے حرم ایسے ہین توبہ — ناموس شہنشاہ امم ایسے ہین توبہ

محشر مین رسول دوسرا سے یہی کہنا
جو ہم سے کہا آج خدا سے یہی کہنا

فرمایا اے ظالمو وہ خطرہ آپ پر تم اسقدر غرور کرتے ہو دیکھو اب بھی خداوند عالم نے ہماری زبان مین وہ تاثیر عطا فرمائی کہ جو سامنے پہاڑ نظر آتا ہے تمام پگھل کر پانی ہو جاوے مگر حکم ربی کے فرمانبردار ہین ہ

کہدون تو پگھل کر ابھی کہسار ہو پانی — جنگل مین ہر اک ذرہ ہر اک خار ہو پانی
تیرے لیے دریا مین شرربار ہو پانی — اپنے لئے آتش سے نمودار ہو پانی

چاہون تو ابھی غرق تحیر مین جہان ہو
فوارہ مرے زخمون سے کوثر کا روان ہو

ہم وہ ہین کہ کوثر ہمین اللہ نے بخشا — سرداری فردوس کا افسر ہمین بخشا
اقبال علی خلق پیمبر ہمین بخشا — قارورت ہین نور ہین تر ہمین بخشا

ہم نور ہین گھر نور تجلی ہے ہمارا
تخت بن داؤد مصلی ہے ہمارا

سب قطرے ہین گر فیض کے دریا ہین تو ہم ہین — ہر نقطہ قرآن کے شناسا ہین تو ہم ہین
حق جسکا ہے جامہ وہ ذخیرا ہین تو ہم ہین — افضل ہین نبی تو ہم عالم و دانا ہین تو ہم ہین

تسلیم ملک عرش پہ ہے ورد ہمارا

جبریل سا استاد ہے شاگرد ہمارا

ہے قطرہ کوئی مانگے تو گہر دیتے ہین
پیٹ سائل کا بھی ہم ہاتھون مین بھر دیتے ہین

ہین سخی ابن سخی بات پہ سر دیتے ہین
یان تو زر دیتے ہین یان فردوس مین گھر دیتے ہین

اپنے مجرم کی گنہگار کی امید ہین ہم
ذرہ پرور جنہین کہتے ہین وہ خورشید ہین ہم

مفلس کو اگر چاہین تو زردار کرین ہم
بے پر ہو جو طایر تو اسے پردار کرین ہم

ہر بندۂ ناچیز کو سردار کرین ہم
شاخ شجر خشک کو ثمردار کرین ہم

آتش کو اگر چاہین گلزار بنا دین
ہر خار کو گل پہول کو ہم خار بنا دین

انسان کا کیا حوصلہ ہے جو کرے جنگ
ہنگام وغا دیو و ملک مجھسے ہے دل تنگ

جنات مرے ڈر سے سدا رہتے ہین دلتنگ
اک وار مین دو شیر کو کرتا ہون مین چورنگ

بہمن کو مین اور گیو کو ہون مور سمجھتا
مین رستم دستان کو ہون کمزور سمجھتا

حضرت علی اکبر اور عمر سعد مین یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ کی تلوار میان مین خود بخود تڑپنے لگی اور عرض کرنے لگی کہ اے حسین کے لاڈلے علی کے پوتے اب کیا دیر ہے یہ ظالم اپنے ظلم سے باز نہ آئینگے جلد قبضہ پر ہاتھ ڈالیے اور مجھکو نکالیے اور اعدائے نابکار جفا کار پر حملہ فرمایے اور قدرت الہی کو خیال مین لائیے پہر آپ نے بسم اللہ کہکر ذوالفقار حیدر کرار کو میان سے نکالا اور فرمایا کہ ہان اب جسکے سر پہ اجل سوار ہو میرے سامنے آئے بس جنبش تھی شمشیر دو زبان

بجلی گری بجلی پہ اجل آئی اجل پہ
سیارے ہٹے کرکے نظر تیغ کے پہل پہ
اک زلزلہ طاری ہوا گردون کے محل پہ
مریخ گرا آتش پہ اور شمس زحل پہ
چہرہ نہ کیا سامنے سورج کی چمک نے
خود دانتون سے نارون کی زمین پکڑی فلک نے

وہ کرنی ہوئی گردن بدکیش سے نکلی
مچھلی کیطرح بازوی درویش سے نکلی
ارواح صفت جسم بد اندیش سے نکلی
آڑہی کبھی ہوہو کے کبھی پس و پیش سے نکلی
دم سینے مین کافر کے رکا اور یہ الگ تہی
دہڑ ہو گئے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تہی

اس صف پہ گری تیغ تو ہٹ کر اوسے مارا
ہٹ کر اوسے مارا تو پلٹ کر اوسے مارا
سیدہی گری اوپر تو اولٹ کر اوسے مارا
بڑہکر اوسے مارا کبھی گہٹ کر اوسے مارا
اللہ رے صفائی کہ ذرا خون نہ بہرا تہا
یہ کاٹ کے نکلی بہی تو سر تن سے جدا تہا

اوس برق نے جو رنگ سر قاف کیا تہا
منصف نے عجب طرح کا انصاف کیا تہا
پہر قاف مین گہر تیغ نے تا قاف کیا تہا
مطلع پئے خورشید علی صاف کیا تہا
جب خون مین ڈوبی ہوئی انبوہ سے نکلی
تہا شور کہ وہ لال یہی کوہ سے نکلی

آئی جو تیغ ہاتہ مین بازو قوی ہوا
شوق جہاد مین جو کہڑا یہ ولی ہوا
نیفے سے ملک فتح پہ قابض جری ہوا
روشن چراغ جوشش حب علی ہوا

سینہ تنا تو پشت خمیدہ بھی تن گئی
قدرت خدا کی تھی کہ کمان تیر بن گئی

شمشیر خوش غلاف یکایک اوگل پڑی
یہ تیغ تنگ نیام ملک سے نکل پڑی
خوش ہوگئے آسمان پہ بجلی اچھل پڑی
فردائے حشر کو بھی لے آئی نکل پڑی

یہ سبز تیغ تنگ اوس گھڑی ہوئی
زندون کے سر پہ آکے کھڑی ہوئی

خمدار تیغ مایل منقش سیاہ تھی
گہ راست گاہ جیب وہ اجل دستگاہ تھی
دلخواہ کج نہادون کی وہ کینہ خواہ تھی
سیدھی تو ہے یہ بات کہ ٹیڑھی نگاہ تھی

غل تھا یہ تیغ ان لئے شمع راہ ہے
روشن بغیر آنکھون کے با نگاہ ہے

جو سر چڑھا تھا ظلم سے گرایا اوسے تلے
جس طرح سر سے سایہ کو عامل اوتار لے
وان منہ بگاڑ ڈالے تو کاٹے یہان گلے
یہ دیکھتے ہی بھاگے اندھا دھند منچلے

عارض کا سیب تیغ سے بدزیب ہوگیا
سیب اس الف کا وصل سے آسیب ہوگیا

شمشیر تازہ دم سوے چرخ کہن گئی
اور چشم آفتاب کی پتلی وہ بن گئی
مارون کے سر پہ چرخ سے یہ دفعتاً گئی
رخنہ پڑا زمین پہ تو یہ بات چھن گئی

بجلی سے یہ چھپا پانی مین کیون خاک ملگئی
گاوزمین پکارہی ارے ہان مین ہل گئی

مغفر سے جسم کاٹ کے گردن مین در آئی
گردن سے سر کٹا تھا کہ جوشن مین در آئی

جوشن سے گذرنا تھا کہ بس تن میں در آئی
تن سے ابھی اتری تھی کہ توسن میں در آئی

سمجھا کوئی کیا تیغ قضا رنگ سے نیچے
اک برق غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

تیری کبھی گہ خون میں نہا کر نکل آئی
کاٹی جو زرہ موج میں جا کر نکل آئی
ٹھیری کبھی غوطہ کبھی کھا کر نکل آئی
سنجد ہار سے وہ ہاتھ لگا کر نکل آئی

کیا ڈر اوسے طوفان کا جو چالاک ہو ایسا
جب باڑھ پہ دریا ہو تو پیراک ہو ایسا

دم بھر نہ ٹھہرتی تھی عجب طرح کا دم تھا
ناگن میں نہ یہ زہر نہ افعی میں یہ سم تھا
تیزی پہ جسے ناز تھا سر اوسکا قلم تھا
یہ فتح کی جویا تھی قضا سو اسکے خم تھا

بد اصل تکبر کے سخن کہتے ہیں اکثر
جو صاحب جوہر ہیں جھکے رہتے ہیں اکثر

بجلی سی جو گر کر صف کفار سے نکلی
گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی تلوار سے نکلی
آواز بزن تیغ کی جھنکار سے نکلی
در آئی جو پیکان میں تو سوفار سے نکلی

تھے سینہ خطا کار و نہ دامن جو امان کے
چلّے ہی جیسے جاتے تھے گوشوں میں کمان کے

افلاک پہ چمکی کبھی سر پر کبھی آئی
گہ پر گئی سینے پہ جگر پر کبھی آئی
کوندی کبھی جوشن پہ سپر پر کبھی آئی
تڑپی کبھی پہلو پہ کمر پر کبھی آئی

طے کرکے پھری کونسا حصہ تھا فرس کا
ہاں ہاں تھا جو کچھ کا وہ حصہ تھا فرس کا

بے پاؤں جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی
ندی ادھر ایک خون ابلتی ہوئی آئی
دم بھر میں وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی
پی پی کے لہو لعل اگلتی ہوئی آئی
ہیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا
جوہر جو کھوٹ [?] جواہر سے بھرا تھا

سر پہ گئے تو موج اوسکی روانی کو نہ پہنچے
قلزم کی بھی دھار اہو تو پانی کو نہ پہنچے
بجلی کی طرف شعلہ فشانی کو نہ پہنچے
خنجر کی زبان قہر زبانی کو نہ پہنچے
دوزخ کی زبانون سے بھی آنچ اوسکی بڑھی تھی
برچھی تھی کٹاری تھی سروہی تھی چھری تھی

سایہ گرا تو بولی سنبھل میرے ساتھ چل
ازل چل یہ مہربان ہوئی چل میرے ساتھ چل
للکاری فوج کو کہ نکل میرے ساتھ چل
آواز دی لہو سے اجل میرے ساتھ چل
الجھا لے تھے زمین و فلک اوسکے پیچ میں
کہتی تھی موت کون پڑے تیرے بیچ میں

بس سر پہ ہر سوار کے جا کر ہوئی سوار
سر کر سر لعین کو پہنچی پھر گلے کا ہار
وہان سے چلی تو چمکی کلیجے پہ برق وار
وان بھی نہ ٹھیری زین فرس پہ لیا قرار
وان سے بڑھی تو پشت پہ توسن کے بار تھی
آئی زمین پہ تیغ تو مثل غبار تھی

پانی میں جال بنکے گئی اور نکل گئی
معدن میں لعل بنکے گئی اور نکل گئی
ماضی میں حال بنکے گئی اور نکل گئی
جی میں ملال بنکے گئی اور نکل گئی
اونچی گری سی [?] بلند ہوئی پست ہو گئی

ای ای نے کافرون کا [illegible] ہو گئی

آنکھوں مین بال بنکے گئی اور نکل گئی
دل مین خیال بنکے گئی اور نکل گئی

پتلی مین خال بنکے گئی اور نکل گئی
سینے مین بھال بنکے گئی اور نکل گئی

کوتاہ اوسکی منظر دن مین پست و بلند تھی
کیونکر اوڑے پری کہ وہ شیشے مین بند تھی

بالائے سر گری تو جبین مین سما گئی
گردن سے ڈہی تو خانہ تن مین سما گئی

اوتری تو صدر دشمن دین مین سما گئی
بیٹھی ہوئی فرس کو زمین مین سما گئی

اتنا کھلا کہ سخت تری سے گذر گئی
معلوم پھر نہین کہ کہان تھی کہان گئی

مغفر کو اوسنے کاٹا وہ سر کاٹنے لگی
جی مین در آئی یہ وہ جگر کاٹنے لگی

آنکھہ اوسنے لی وہ تار نظر کاٹنے لگی
سینے مین اوتری یہ وہ کمر کاٹنے لگی

یہ دو کے چار کرتی تھی وہ آٹھہ کرتی تھی
یہ پندرہ کے تیس تو وہ ساٹھہ کرتی تھی

موجود تھی ہر غول مین اور سب سے جدا تھی
اک گھاٹ یہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی

دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
امرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی

کیا صاحب جوہر تھی عجب ظرف تھا اوسکا
موقع تھا جہان جسکا وہین صرف تھا اوسکا

جب ہزاروں شقی سزائے میان سے داخل عذاب ہوے پھر آپنے شمشیر کا حکم فرمایا اب
اوس تیغ کی کیا حالت تھی کہ زبان بیان سے اور قلم لکھنے سے عاجز ہے

جس صف کو اوجاڑا اودہر اژدہا سوتا — شمشیر تھی یا قہر الٰہی کا نمونا
جایا جو لہو کاٹ کے پھر تیغ کا دھوتا — پھر ننگ سمجھتی تھی وہ کفار کا جیونا

اللہ رے صفائی کہ کیا صاف عدو کا
دھبہ نہ لگا دھار میں کافر کے لہو کا

جس صف پہ گری صاف صفائی نظر آئی — تن کر جو گری تیغ سوائی نظر آئی
ترکیب عناصر میں جدائی نظر آئی — نہ شانہ نہ بازو نہ کلائی نظر آئی

بازو پہ جو تڑپی نہ کسی دوش پہ سر تھا
پہلو پہ جو تڑپی تو نہ دل تھا نہ جگر تھا

تیزی کا یہ عالم اسے کاٹا اوسے مارا — غل اوٹھتا تھا پیہم اسے کاٹا اوسے مارا
یاں سر لیا واں دم اسے کاٹا اوسے مارا — حیران تھے اعظم اسے کاٹا اوسے مارا

اس تیغ کے سایہ کا زمین پر نہ گذر تھا ❁
قبر دشمن کسی مردے کی گردن پہ نہ سر تھا ❁

یاں شور وہاں غل ادھر آئی ادھر آئی — وہ چمکی وہ تڑپی وہ چھپی وہ نظر آئی
وہ تیر گئی جسم میں وہ سر میں در آئی — گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی

تن اوسکا گھٹا تھا جو دلیرانہ بڑھا تھا
منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اوسکے چڑھا تھا

تلوار کا بڑھنا تھا کہ سب رن سے پرے تھے — نوبت تھی نہ رایت نہ صفیں تھیں نہ پرے تھے
جوہر سے کٹے پیٹ میں گن کتنے بھرے تھے — بے فصل برابر چمن زخم ہرے تھے

جب سیر ہوئی شیر سے تو سود جو رہی تھی

یہ تیغوں کے پھل تھے نہ سناں تھی نہ چھری تھی

بس زندگی کو موت سمجھتا تھا انس و جان ——— اور موت عین زیست سمجھتا تھا ہر جوان
خود موت زیست سے تنگ رہی تھی گھڑی گھڑی ——— اور موت کا یہ حال تھا میں کیا کروں بیان

خود موت اپنی موت سے تھی انتظار میں
اور انتظار موت چھپا تھا مزار میں

پس ادھر تو جناب علی اکبر مثل شیر میدان میں الستادہ تھے اور ادھر آپکا گھوڑا ایک عجب لطف دکھا رہا تھا یعنی جیسے کہ آپ جری اور دلاور تھے ویسا ہی آپکا گھوڑا بھی دلاور تھا ۵

صفت اسپ

اک حسن کی تصویر تھا اک سانچے میں وہ توسن ——— دوہرا بدن آہو سے نگہ شتر کی چتون
شہباز کا سینہ تھا تو طاوس کی گردن ——— دُم رشک دہ سنبل و بدر سے روشن

جادو تھا کہ اعجاز کرامات تھا گھوڑا
چھل بل تھا چھلاوہ تھا طلسمات تھا گھوڑا

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو ——— گردون سیر بادیہ پیما برق دو
اسکا نہ اک قدم نہ زغند میں ہرن کی سو ——— دوڑ و زنے سے نگاہ ملی تھی اوسے نہ جو

رفتار میں ہوا تھا اشارے میں فرق تھا
سرعت میں کمی کچھ بھی نہ چھل بل میں فرق تھا

مرغ سے تند بوے سگ و ہوا سے تیز ——— چالاک فہم و فکر سے وہم رسا سے تیز
طاوس و کبک نسر و عقاب و ہما سے تیز ——— جانبین ادھر کے ہدہد شہر سبا سے تیز

ذرہی جاہ تہا سعید تہا فیروز بخت تہا
رہوار کیا ہوا یہ سلیمان کا تخت تہا

سمٹا جما اوڑا ادہر آیا ادہر گیا
تیروں سے اوڑ کے برچھیوں مین بخطر گیا

چمکا پہر اچہال دکہایا ہٹ گیا
برہم کیا صفوں کو پرون سے گذر گیا

گہوڑوں کا تن بہی ٹاپ سے اسکے فگار تہا
ضربت تہی نعل کی کہ سر و ہی کا وار تہا

جب ہزاروں لعین اپنے خون مین نہا کر ملک عدم کو راہی ہوئے غیب سے آواز آئی
کیوں علی اکبر کیا تمام نانا جان کی امت کو نیست و نابود کروگے تلوار روک لو
سر کو جہکائے مولا یہ جہکا دو اور گردن ہماری راہ مین کٹا دو۔ یہ سنتے ہی آپ نے
تلوار کو میان مین کیا اور فرمایا جہکا جی چاہے آکے ستائے اب ہم سر کو خدا کی
راہ مین کٹاتے ہین مرتبہ شہادت کا پاتے ہین نانا جان کی خدمت مین جاتے ہین پہر تو
چاروں طرف سے لشکر نابکار نے تلوارین اور نیزے برسانے شروع کر دیے آخرکار ابن
نمیر لعین کا نیزہ سینے پر کہا کر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ پشت مرکب سے زمین پر گرے۔

گرنا تہا اب کے سر پہ لگا گرز ہے ستم
رکہدی گلے پہ شیث نے شمشیر تیز دم

یوں جہک گئے کہ ہوتے ہین سجدے مین جیسے خم
تلوار اک پڑی کہ ہوئین پسلیاں قلم

غل تہا کہ ونہ رحم تن پاش پاش پر
دوڑا ادہ گہوڑے سے اکبر نہر و کی لاش پر

حضرت کہڑے تہے خیمہ کی چوکہٹ پہ مضطربانا
ناگاہ آئی رن سے صدا الفلک جناب

سنکر یہ غل رہی نہ تن ناتوان مین تاب
بیٹا جہان سے جاتا ہے اب آئیے شتاب

لاشہ پر ظلم و جور بد افعال کرتے ہین
گھوڑون سے اہل کین ہمین پامال کرتے ہین

سنکر یہ استغاثہ فرزند خوش خصال ۔ سیدانی نے آہ کی کہ ہلا عرش ذوالجلال
کہولے جناب فاطمہؑ کی بیٹیون نے بال ۔ بانو پکاری خیر تو ہے ای علی کے لال
ہے ہے پسر سے کون سی مادر بچھڑ گئی
صاحب تباہ کیا مری بستی اوجڑ گئی

نیزے سے کسکے لال کا زخمی ہوا جگر ۔ کرتے ہین کسکی لاش کو پامال اہل شر
کہتا ہے کون رن مین تڑپ کر پدر پدر ۔ اب گھر سے مین نکلتی ہون ہی ہی مرا پسر
پروانہ مجھسے کیجیے سب جانتی ہون مین
آواز یہ اوسی کی ہے پہچانتی ہون مین

بانو کو دشمنین دیکھے چلے شاہ نامدار ۔ وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار
دل تھا الٹ پلٹ تو کلیجہ تھا بیقرار ۔ اوٹھتے تھے اور زمین پہ گرتے تھے بار بار
چلاتے تھے شبیہ پیمبر ہم آتے ہین
گھبرائیو نہ اے علی اکبر ہم آتے ہین

بیٹا پکارا پھر کہ عبارت مین فرق ہے ۔ ای نور عین جسم کی طاقت مین فرق ہے
تم یہ نہ جانیو کہ محبت مین فرق ہے ۔ زخمی ہے قلب روح کی راحت مین فرق ہے
داغ جگر بلا ہمین گودی مین پال کے
کسکو دکھاؤن اپنا کلیجہ نکال کے

اودی کدہر گیا اے علی اکبر جواب دو ۔ چلا رہی ہے ڈھونڈھتی یہ مادر جواب دو

اکبر برائے خالق اکبر جواب دو
بیٹا جواب دو جگر سے دلبر جواب دو

کرتے ہیں ہم ثواب کا ہاتھوں سے کام لو
بیٹا ضعیف باپ کے بازو کو تھام لو

بس اب خبر حسین کی لے جلد اے اجل
اے جان ناتوان تن مجروح سے نکل
اے جسم زار زیست کا ملتا نہیں محل
ہاں اے نفس چھری کی طرح سے گلے پہ چل

جینے نہ دیگا ساتھ جو پیری کی آس ہو
لاشہ بھی لاشۂ علی اکبر کے پاس ہو

جنگل سے بدحواس شہ بحر و بر گئے
دوڑے کسیطرف تو کسی جا ٹھہر گئے
واں بھی جو وہ گہر نہ ملا سوئے نہر گئے
تھالے بنے لہو کے برابر جدھر گئے

ٹپکا ہوا زمیں پہ جگر کا لہو ملا
لیکن کہیں نہ وہ پسر ماہرو ملا

جا کر صفوں کے پاس پکارے یہ خستہ و آہ
اے ظالمو یہ غضب ہے کہ دن ہو گیا سیاہ
ہے کس طرف سرے علی اکبر کی قتلگاہ
کس ابر میں چھپا ہے مرا چودھویں کا ماہ

بتلاؤ جان ہے کہ نہیں جسم زار میں
زخمی پڑا ہے شیر مرا کس کچھار میں

لاش پسر کو ڈھونڈھتے تھے شاہ بحر و بر
کہتا تھا شمر اے پسر سید البشر
سر پیٹنے کی جا ہے کہ ہنستے تھے اہل شر
کس کو حضور ڈھونڈھتے ہیں مر گیا پسر

خود ڈھونڈھ لیجے جسد پاش پاش کو
بتلائینگے نہ ہم علی اکبر کی لاش کو

یہ سنکے کھینچ لی شہ والا نے ذوالفقار
شہ کو نظر پڑا علی اکبر کا راہوار
اچھلی جو برق تیغ تو بھاگے ستم شعار
چلائے اے عقاب کدھر ہے ترا سوار
دکھلا دے مجھکو لاش مرے نور عین کی
کس دشت میں پڑی ہے بضاعت حسین کی

گھوڑے نے ہنہنا کے سوئے دشت کی نظر
جاتا تھا آگے وہ تازی بچشم تر
یعنی کہ لاش آپ کے پیارے کی ہے ادہر
گھوڑے کے پیچھے پیچھے تھے سلطان بحر و بر
جنگل میں لاشہ پسر نوجوان ملا
دم بر لبا تھا تو مگر نیم جان ملا

دیکھی عجیب حالت فرزند نوجوان
تن پر جراحت تیر و خنجر و سنان
پیکان گلے میں ہونٹوں پہ نکلی ہوئی زبان
گردن ڈھلکی ہوئی پھری ہوئیں آنکھوں کی پتلیاں
ٹاپوں سے مرکبوں کی جراحت پھٹے ہوئے
چہرہ سفید خاک میں گیسو اٹے ہوئے

ہچکی کے ساتھ کھلتے تھے وا کر کے چشم تر
ای موت ہو وطن کی جوانی پہ رحم کر
ایجان جسم زار میں اور ایک دم ٹھہر
اے درد تھم ذرا کہ پھٹا جاتا ہے جگر
پھر ایک بار سید والا کو دیکھ لوں
مہلت بس اتنی دے کہ میں بابا کو دیکھ لوں

دشمن کو بھی نہ بیٹے کا لاشہ خدا دکھائے
زندہ رہے پدر پسر جواں یوں جہان سے جائے
حضرت زمیں پہ گر کے پکارے کہ ہائے ہائے
ای لال تین روز کے فاقہ میں زخم کھائے
شاید جگر کے زخم سے تم بیقرار ہو

زخمی تمہاری جہاتی پہ بابا نثار ہو

کیون کھینچتے ہو پاؤن کو امید گلعذار
آنکھین تو کہولدو کہ مرا دل ہے بیقرار
کیون ہاتھ اوٹھا او ٹہلکے چلتے ہو بار بار
بیٹا تمہاری مان کو تمہارا ہی انتظار

بہنین کھڑی ہین در پہ بڑے اشتیاق مین
اکبر تمہاری مان نہ جئے گی فراق مین

غش مین جو ہین سنا علی اکبر نے مان کا نام
سوکھی زبان دکہا کے یہ بولا وہ تشنہ کام
کس یاس کی نگاہ سے دیکھا سوئے خیام
شدت یہ پیاس کی ہے کہ دشوار ہے کلام

اب اور کوئی دم کا پسر مہمان ہے
امداد یا حسین کہ باقی مین جان ہے

فرمایا شہ نے اے علی اکبر مین کیا کرون
گھیرے ہین شہر کو یہ ستمگر مین کیا کرون
پانی نہین ہے مجھکو میسر مین کیا کرون
تجپہ بس نہین ہے آہ دلبر مین کیا کرون

اعدا نہ دینگے اگر لاکھہ کد کرین
بیٹا تمہاری ساقی کوثر مدد کرین

حضرت یہ کہتے تھے کہ چلا خلق سے پسر
ہچکی جو آئی تھام لیا ہاتھ سے جگر
اتنی زبان ہلی کہ خدا حافظ اے پدر
انگڑائی لیکے رکھدیا ہاتھ کے قدم پہ سر
آباد گھر لٹا شہ والا کے سامنے
بیٹے کا دم نکلگیا باپ کے سامنے

گرتے تھی امام عالیمقام کو پکارے کہ اگر ممکن ہو تو جلد خبر لیجیے جون ہی یہ آواز امام عالیمقام نے سنی دوڑے اور لاش لاکر خیمے کے دروازہ پر رکھدی اور سر گود مین لیکر فرمانے لگے کہ اے بیٹا علی اکبر اپنے کمر شکستہ باپ سے اور مان سے باتین تو کر لو اوس شہید

خنجر ظلم وستم نے بدوقت آنکھین کہولکر دیکھا اپنا سر باپ کی گود مین اور سکو کہرام مچاتے ہوئے

پایا اور پہر آنکھین بند کر کے جنت کو سدہارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد حضرت علی اکبر کے حضرت علی اصغر کو گود مین لیکر امام عالیمقام فوج ستمگار کے سامنے آئے

عمر اونکی چہہ مہینے کی تہی اور تمام سر پر بال تہے فرمایا ای قوم جفاکار حظامدار پہتارا ہون تو

مین ہون اس بگناہ بچے کو تو تہوڑا سا پانی پلادو آپ یہ فرمارہے تہے کہ کسی ظالم نے

تیر چلایا حضرت علی اصغر کو بہی شربت شہادت پلایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنگ جدید سیدنا و مولنا امام حسین علیہ السلام

روایت ہے کہ جب وقت امام عالیمقام سیدنا ابو عبد اللہ الحسین کی شہادت کا

قریب آیا نشہ جام شہادت چڑہنے لگا شوق بڑہنے لگا اشتیاق دیدار پروردگار مین

ساقی الست ہوگئے نہ تو دیس چہٹنے کا خیال رہا نہ گہر لٹنے کا ملال رہا نہ تمام عزیزو کے

کٹ جانیکا غم نہ سلطنت اوٹہجانے کا الم نہ بہوک نہ پیاس کی شکایت نہ شکوہ ستمگار

کی حکایت مارے شوق کے کلیجہ دو دو ہاتہہ اوچہلنے لگا شعلہ عشق حقیقی بہڑکنے لگا

آخر کار اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر عزم میدان فرمایا حضرت امام زین العابدین جو بستر

بیماری پر مرغ قبسمل کیطرح تڑپ رہے تہے دیکہا کہ پدر بزرگوار تن تنہا میدان کارزار کو

جاتے ہین باواز بلند نعرہ اللہ اکبر مارکر اوٹہہ کہڑے ہوئے اور نیزہ ہاتہہ مین لیا اور آپ

قربان ہونے کو رن کی طرف چلے مگر بسبب ضعف قدم نہ اوٹہا سکتے تہے شدت بیماری

سے کلمہ نہیں تہے ناگاہ امام کی جو نظر پڑی کہ فرزند بیمار نور چشم دلدار رن مین باپ پر فدا ہونکو

جاتا ہے بے اختیار گہوڑے سے اوترکر ہاتہہ پکڑ لیا اور فرمایا اے لخت جگر نور بصر

اس بیماری کی حالت مین کہان جاتے ہو اور بدر مغموم کو اپنا داغ کیون دکہاتے ہو اے
بیٹا عابد میری نسل کی بقا فقط تمہاری ذات پر منحصر ہے ابہی تمکو بہت سے صدمے
اوٹہانے ہین غرض آپ حضرت عابد کا ہاتھہ پکڑ کر خیمہ مین لائے اور تمام نعمتین معرفت
حق اور علم مطلق جو سینہ بسینہ چلی آتی تہین اونکو عطا فرمائین ۔
روایت ملی ہے کہ اسکے بعد آپنے پوشاک بدن مبارک پر آراستہ فرمائی عمامہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم فرق مبارک پر رکہا اور تمام ہتھیارون سے آراستہ ہوکر ڈہال
حضرت امیر حمزہ کی زیب پشت فرمائی نیزہ ہاتھہ مین لیا اور ذوالفقار حیدر کرار نکالکر
الوداع والفراق کے کلمے زبان پر لائے ۔

الوداع

رن مین نکلے ہے شہ بلا ری باری — الوداع الوداع ہے ہماری
لاؤ جلدی سواری ہماری — الوداع الوداع ہے ہماری
دلمین شوق شہادت بھرا ہے — آب خنجر کا خواہان گلا ہے
ابتو اپنا یہی مدعا ہے — الوداع الوداع ہے ہماری
عابد ناتوان کو اٹھاؤ — اور امامت کا خلعت پہناؤ
دی دعا تجھپہ ہو حق کا سایہ — الوداع الوداع ہے ہماری
ہمتو مرنے کو جاتے ہین جانی — مولی ہٹی کی تم ہو نشانی
میری کشتی کی کر نگہبانی — الوداع الوداع ہے ہماری
بٹیا گر تم مدینہ کو جانا — تو یہ روضہ پہ رو رو سنانا
مارا تیرے نواسہ کو نانا — الوداع الوداع ہے ہماری

بولے ہمشیر کو تو بلاؤ	کہدو ناسجائے تو دیکھہ جاؤ
اونکی سن لو اور اپنی سناؤ	الوداع الوداع ہے ہماری
آئین بی بی تو شہ بولے بہنا	جو مصیبت پڑے سر پہ سہنا
بد دعا تم کسیکو نہ دینا	الوداع الوداع ہے ہماری
بولی بی بی ابھی تم نہ جاؤ	ہم غریبونکو ڈہارس بندہاؤ
بھائی صاحب یہ تم مت ستاؤ	الوداع الوداع ہے ہماری
پھر مین کس سے کہونگی کہ بھیا	کون میرا ہے تنہا کہو یا
بولے حق ہے خبر کا لیویا	الوداع الوداع ہے ہماری
یہ جو بالی سکینہ ہے پیاری	میرے غم مین کریگی یہ زاری
اس کو جینا ہے بن میرے بھاری	الوداع الوداع ہے ہماری
اسکو سینے سے اپنے لگانا	مجھکو پوچھے تو کرنا بہانا
میرا مرنا نہ اسکو سنانا	الوداع الوداع ہے ہماری
جبکہ چمکا صبح کا ستارا	ہیک آکر قضا کا پکارا
میرے لشکر مین کردو نقارا	الوداع الوداع ہے ہماری

الغرض سب سے رخصت ہو کر میدان کارزار مین آئے آپ کی شجاعت و دلاوری دیکھکر زمین و آسمان تھرائے اور لشکر عمر سعد کا مارے خوف کے کانپ گیا کہ دیکھئے آج کس کس کے سر پر اجل سوار ہوتی ہے عمر سعد شقی آپکو دیکھکر آتش غضب سے جل گیا منہ پر ہوائیان چہوٹنے لگین رنگ چہرہ کا بدلگیا۔

روایت ہے کہ اسکے بعد امام لشکر عمر سعد کے مقابل مین آئے اور کلمات اتمام حجت

زبان پر لائے بنظر اسکے کہ شاید اب بھی کوئی ایمان لاوے کہ لشکر عمر سعد سے نکلکر میرے
ہمراہ ہو کر مرتبہ شہادت پا کر باغ جنت کو جاوے پھر بفصاحت تمام فرمایا کہ اے لوگو
تمنے خود بخود خطوط بھیجکر مجھکو بلایا اور بیگناہ میرے سارے عزیزونکو میرے سامنے
شہید کر ڈالا اب بھی زنار بھر توڑو سرکشی چھوڑ دو راستی پر آؤ میرے خون ناحق سے ہاتھ
اوٹھاؤ دیکھو ہم ساقی کوثر مالک بحر و بر کے نواسے ہین تین دن کے پیاسے ہین یہ وہی
حسین ہین کہ جبرئیل امین بحکم رب العالمین میوہ بہشتی لاکر ہمین کھلاتے تھے جھولا جھلاتے
تھے جب ہمکو اوداس پاتے تھے نانا جان اپنے کاندھے پر چڑھاتے تھے اے
لوگو تمنے میرے بہتر عزیزون کو شہید کر ڈالا مین نے سوائے شکر کے شکوہ زبان پر
نہ لایا اگر خدا سے ڈرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو کہ اہلبیت رسول اللہ کو لیکر کسی ملک کو
چلا جاؤن اور پھر کبھی اسطرف کو نہ آؤن ۔

پانی نہ ملا اسکا نہ شکوہ نہ گلا ہے
ہفتم سے ہر اک سانحہ پر صبر کیا ہے
تم ظلم و ستم کرتے ہو یان دست دعا ہے
پر اب بھی برائی سے جو باز آؤ بھلا ہے

مظلوم کا بس کسکا ستانا نہین اچھا
سید کا مسافر کا رولانا نہین اچھا

خیر اسپہ بھی راضی ہون امام اپنا نہ سمجھو
لیکر حرم احمد مختار کو یارو
یہ چاہتا ہون یہ کہ تراحم نہ مرے ہو
مین یان سے چلا جاؤن کسی اور طرف کو

بستی مین کسی سے نہ ملاقات کرونگا
جنگل مین بسر اپنی مین اوقات کرونگا

اس تقریر دلپذیر کو سنکر مجمع کثیر آپ کے جمال پر پروانے کیطرح نثار ہونیکا

آپکی غربت و بیکسی پر رونے لگا اور آپ کے چھوڑ دینے کی صلاح ٹھیرائی میدان
قتل سے گھوڑونکی باگ اوٹھائی عمر سعد و شمر وغیرہ نے دیکھا کہ اب تمام کام
بگڑا جاتا ہے اور نشان حسینی گڑا جاتا ہے تمام لوگون کو دھمکایا اور یزید کے
خوف سے ڈرایا اور امام تشنہ کام سے عرض کیا کہ آپ جبتک یزید کی بیعت کا
اقرار نفرمائینگے ایک قطرہ پانی ہیسے نہ پائینگے آپ نے فرمایا ہمتو اتمام حجت کر چکے
اب جسکا جی چاہے ہمارے مقابلہ مین آئے اور ایک ایڑ گھوڑے کو ماری
گھوڑا آپ کا تڑپ کر مانند برق فوج کے پار ہو گیا گھوڑے کی تیزی رفتار اور
چالاکی دیکھکر فوج اعدا مین تہلکہ پڑ گیا آپکے گھوڑے کی کیا صفت بیان ہوسکے

شبدیز نے چھل بل مین عجب ناز دکہایا	ہر گام پہ طاؤس کا انجذاب دکھایا
زہوے نے عجب حسن خداداد دکھایا	اوس اسپ نے بہی اوج پہ پیدا دکھایا

تہا خاک پہ اک پاؤن تو اک عرش برین پر
غل تہا کہ براق آج ہے اوترا ہے زمین پر

دولا کہ ستمگارون مین آپ در آئے اور شیر ببر کیطرح تلوار آبدار لیکر چلے اور فرمایا

دولا کہے انبوہ کو کب مانتے ہین ہم	نیشہ کو بہی کم زور نہین جانتے ہین ہم
ہلتے ہین جبل نیزے کو جب تانتے ہین ہم	ان تیرون سے لوہے کا جگر چھانتے ہین ہم

رکتی ہے کہین ضرب گرانبا ہماری
فولاد کو کہا جاتی ہے تلوار ہماری

سب سے پہلے لعیم رو سیاہ شام کا سردار آپکے مقابلہ کو آیا آپ نے ایک ہی
دار مین واصل جہنم فرمایا پہر تو خوب جمکر لڑائی ہوئی ایسی تیغ آزمائی ہوئی کہ لشکر ستمگار کے

[illegible] تب غضب قہر رب

جسکے سر پر پڑی ایک وار مین راکب و مرکب کو دو کر دیا بجلی کیطرح تڑپ کر تمام

صفون کو تہ و بالا کر دیا۔ جس پر ایک وار کیا بلا مبالغہ ایک کو دو اور دو کو چار

کیا اس تلوار خارا شگاف کی کیا تعریف کیجائے ؎

گاو زمین کے پر کف پا سے نکل گئی ۔ پیر فلک کی پشت دوتا سے نکل گئی
فوق السما و تحت ثری سے نکل گئی ۔ اک سانس مین یہ ٹہکے سوا سے نکل گئی

جاتی تھی دہوپ مثل پرندہ اڑی ہوئی
پر سوئے تیغ خوف سے گردن مڑی ہوئی

چمکی جو خود سر پہ تو سر سے نکل گئی ۔ ہنس قرار سب کے جگر سے نکل گئی
سینے مین دم لیا تو کمر سے نکل گئی ۔ حیران تھا خود بدن کہ کدھر سے نکل گئی

اونچی ہوئی تو فرق عدو کو فنا کیا
گر کر اوٹھی تو راکب و مرکب کو دو کیا

دلاوران شام جب آپ کی پھرتی و چالاکی پر نگاہ کرتے تھے واہ واہ کرتے تھے

اور مارے خوف کے ایک پر ایک گرتے تھے پھر تو تمام لشکر پر آپکا رعب

چہا گیا ہر شقی تھرا گیا پہلوانان شام کے چہرے ہول کے مارے زرد ہو گئے

خوف سے بدن سرد ہو گئے۔ پس او سوقت آپ نے فرمایا کہ کوئی اور پہلوان تم مین

ہے جو ہمارے مقابلہ مین آوے ؎

دل سام کا سیماب ہو گر سامنے آوے ۔ اور زال بھی بیتاب ہو گر سامنے آوے
رستم کا جگر آب ہو گر سامنے آوے ۔ ہیبت زدہ سہراب ہو گر سامنے آوے

ہم فضل خدا سے بنی آدم یہ ہین غالب
کیسے بنی آدم کہ وہ عالم پہ ہین غالب

آپ فرماتے تھے کہ اے لعینون تمکو ہمارا مرتبہ نہین معلوم ہم وہ ہین کہ ۵

آدم کو غم ورنج کے عمان سے نکالا — اور نوح کی کشتی کو بھی طوفان سے نکالا
یوسف کو گرفتاری زندان سے نکالا — یعقوب کو قید غم ہجران سے نکالا

فرعون پہ موسیٰ کو عصا دے فتح دی
اور قتل کی پہلے سے مسیحا کو خبر دی

الغرض جب کوئی آپکے مقابلہ مین نہ اوسوقت آپنے گھوڑا پیچھے ہٹایا اور خیمہ مین تشریف لائے اور حضرت زین العابدین اور سکینہ کو گلے لگایا اور تسلی و تشفی دیکر فرمایا کہ میرا پروردگار تمکو صبر دے اور دشمنون کے پنجہ ظلم سے بچادے تمام اہلبیت آنکھونمین آنسو بھر لائے اور عرض کیا کہ حضور آپ تو اب کوئی دم مین اپنا سر کوراہ خدا مین کٹانے ہو اور ہم عزیزون کو کسپر چھوڑتے ہو فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کارساز وکیل ہے بیکسون کا وہی کفیل ہے پھر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کارزار مین تشریف لائے اور چاہتے تھے کہ فوج اشقیا پر حملہ فرماوین کہ یکایک خیال ہوا کہ ہمکو راہ خدامین سر کٹانا ہے نانا جان کی خدمت مین جانا ہے اب مرضی مولا پر گردن جھکاؤ اور مرتبہ شہادت پاؤ پھر تو رونگٹا رونگٹا دیدہ شوق بنگیا اور مشاہدہ جمال مطلق مین محو ہوگیا۔

روایت ہے کہ اوسوقت شمر ملعون آپ کے سینہ اطہر پر جو اسرار الٰہی کا گنجینہ تھا چڑھ بیٹھا آپنے آنکھ کھولدی اور فرمایا تو کون ہے اوسنے کہا مین شمر

ہون آپ نے فرمایا اے شمر جا بتلا ہمکو آج کون دن ہے اور کون تاریخ ہے شمر بولا
محرم کی دسوین تاریخ جمعہ کا روز عاشورہ کا دن ہے پہر آپ نے فرمایا اے شمر وقت
کیا ہے شمر نے کہا وقت جمعہ ہے آپ نے فرمایا اے شمر اسوقت مسجدون مین
کیا ہو رہا ہے اوسنے کہا خطبہ پڑہا جا رہا ہے آپ نے فرمایا خطبہ کیا چیز ہے
اوسنے کہا تعریف صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ نے فرمایا اے شمر مقام حیا ہے
کہ اسوقت میرے نانا کے مداح ممبرون پر خطبہ پڑہ رہے ہین اور تو میرے
سینہ پر چڑہا ہے میرے سینے سے اوتر کہ مین اپنے معبود کی یاد کرون پس آپنے
سر کو سجدہ مین رکہدیا اور یون زبان پر لائے سہ

یارب تو نانا جان کی امت کو بخشدے		سلطان دو جہان کی امت کو بخشدے
امت کے بچون پر علی اصغر فدا کیا		اوہر نوجوانون پر علی اکبر فدا کیا
	جتنی مصیبتین ہین شفاعت کیواسطے	
	بندہ نے گہر لٹایا ہی امت کے واسطے	

پس روح مقدس لا الہ الا اللہ کہتی ہوئی فردوس کو سدہاری انا للہ و انا الیہ راجعون
تاریخ دس ماہ محرم سنہ ۶۱ھ جمعہ کا دن روز عاشورہ ٹہیک دوپہر ڈھلے چھپن[56] برس
پانچ مہینے پانچ دن کے سن مین آپنے شہادت پائی۔

تمت

کتبہ محمد امیر حسن ناظم
۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۴ھ